اودھ نامہ

روزنامہ LUCKNOW

avadhnama

e-paper www.avadhnama.com

Postal Registration No. GPOLW/MP-50/2012-14 • RNI No. UPURD/2001/6110

دشینت گوتم کی تقرری کی مخالفت میں راشٹرپتی بھون تک مارچ

نئی دہلی، 16 اکتوبر (یواین آئی) بی جے پی رہنما دشینت گوتم کی گورنر کے عہدے پر تقرری کی مخالفت میں دہلی کی مختلف سماجی تنظیمیں 18 اکتوبر کو یہاں انڈیا گیٹ سے راشٹرپتی بھون تک مارچ نکالیں گی۔ اتراکھنڈ کانگریس کے نائب صدر اور ترجمان دھیریندر پرتاپ نے جمعہ کے روز یہ معلومات دیتے ہوئے بتایا کہ انکیتا بھنڈاری قتل کیس میں ملوث وی آئی پی کے تذکرے میں دشینت گوتم کا نام سامنے آنے کے باوجود انہیں گورنر مقرر کیے جانے کی مخالفت تیز ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انکیتا بھنڈاری کو بی جے پی کارکنوں کے زیرِ انتظام ہوٹل میں مبینہ وی آئی پی کو خصوصی خدمات فراہم کرنے کے لیے مجبور کیے جانے کی سازش کی مخالفت کرنے پر قتل کر دیا گیا تھا۔ اس معاملے میں اتراکھنڈ کے دارالحکومت دہرادون کے ساتھ ساتھ قومی دارالحکومت دہلی میں بھی دھرنا مظاہرے اور کینڈل مارچ ہو رہے ہیں۔

مہوا موئترا معاملہ: سرکٹ ہاؤس کی الاٹمنٹ پر 24 گھنٹے کا نوٹس مقرر

نئی دہلی، 16 اکتوبر (یواین آئی) سپریم کورٹ نے جمعہ کے روز ندیہ ضلع انتظامیہ کے اس حکم میں ترمیم کر دی، جس میں ترنمول کانگریس کی رکنِ پارلیمان مہوا موئترا کو کرشنا نگر سرکٹ ہاؤس میں قیام کے لیے تین- چار دن پہلے اطلاع دینے کو کہا گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے واضح ہدایت دی کہ اس کے لیے صرف ایک دن پہلے اطلاع دینا ہی کافی ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی عدالت نے رکنِ پارلیمان لوکل ایریا ڈیولپمنٹ اسکیم کے تحت ترقیاتی کاموں میں ہو رہی تاخیر سے جڑی ان کی شکایات کی جانچ کی بھی ہدایت ضلع انتظامیہ کو دی۔ چیف جسٹس (سی جے آئی) جسٹس سوریہ کانت اور جسٹس جوئے مالیا باگچی کی بنچ نے کہا کہ اس طرح کے باہمی تنازعات کو سپریم کورٹ تک نہیں آنا چاہیے۔ بنچ نے اراکینِ پارلیمان اور دیگر اہلِ عوامی نمائندوں کو سرکٹ ہاؤس اور سرکاری گیسٹ ہاؤس کی الاٹمنٹ کے لیے ایک معیاری طریقۂ کار بنانے کی تجویز دی۔

قیمت ۳/روپیہ جلد نمبر (۲۶) شمارہ نمبر (۲۲) لکھنؤ، بروز ہفتہ ۱۷-اکتوبر ۲۰۲۶ء، مطابق ۵/ جمادی الاول-۱۴۴۸ھ صفحات-۸

Rs.3/- Vol- 26 , Issue, 22 Saturday , October 17 2026 Pages -8

پیدل گزرگاہ تعمیر نہ ہوئی تو جج خود دھرنے پر بیٹھیں گے: سپریم کورٹ

نئی دہلی، 16 اکتوبر (ایجنسی) سپریم کورٹ نے جمعہ کے روز ایک بار پھر دہلی ہائی کورٹ کے قریب پیدل چلنے والوں کے لیے گزرگاہ نہ ہونے پر تشویش کا اظہار کیا۔ عدالت نے زبانی طور پر خبردار کیا کہ اگر اگلی سماعت تک اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی تو ججوں کو خود موقع پر پہنچ کر پیدل گزرگاہ تعمیر ہونے تک دھرنا دینا پڑے گا۔ جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس کے وی وشواناتھن پر مشتمل بنچ نے متھرا روڈ پر واقع اس چوراہے پر پیدل چلنے والوں کے لیے بنیادی سہولتوں کی کمی کا معاملہ اٹھایا، جہاں عدالت آنے والے افراد اور عام لوگوں کی خاصی آمدورفت رہتی ہے۔ اس سے قبل 15 ستمبر کو سینئر وکیل اور عدالت کے معاون امیکس کیوری گورو اگروال نے عدالت کو بتایا تھا کہ حکومت نے وہاں ٹریفک سگنل نصب کر دیا ہے۔ تاہم، بنچ نے دہلی ہائی کورٹ کے قریب رفتار کم کرنے کے لیے اسپیڈ بریکر اور سڑک پر ارتعاش پیدا کرنے والی پٹیاں لگانے کی تجویز دی تھی۔ جسٹس پاردی والا نے اس معاملے کو انتہائی اہم قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ جج خود موقع پر جا کر دیکھیں گے کہ ضروری اقدامات کیے گئے ہیں یا نہیں۔ بعدازاں 5 اکتوبر کو عدالت نے ایک بار پھر ہدایت دی تھی کہ متھرا روڈ پر دہلی ہائی کورٹ اور نیشنل زولوجیکل گارڈن (قومی چڑیا گھر) کے قریب پیدل چلنے والوں کے لیے گزرگاہ ترجیحی بنیاد پر تعمیر کی جائے۔ جمعہ کو سماعت کے دوران ایڈیشنل سالیسٹر جنرل وکرم جیت بنرجی نے عدالت کو بتایا کہ اس معاملے پر مرکزی حکومت کی قائم کردہ ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی غور کر رہی ہے، جو یہ طے کرے گی کہ مذکورہ چوراہے پر کیا اقدامات کیے جانے چاہئیں۔

'لہرا دو ترنگا مارچ'، دیپکے، نیہا سمیت متعدد حراست میں

کناٹ پلیس میں مظاہرے، مختلف تنظیموں کا فوری رہائی کا مطالبہ، سی جے پی کا سوال، حکومت نوجوانوں کے ساتھ دہشت گردوں جیسا سلوک کیوں کر رہی ہے؟

نئی دہلی: (ایجنسی) کاکروچ جنتا پارٹی (سی جے پی) کی جانب سے دہلی کے کناٹ پلیس کے سینٹرل پارک میں منعقدہ "ترنگا لہرادو" ریلی کو پولیس نے روک دیا۔ اس دوران پارٹی کے بانی ابھجیت دیپکے اور آل انڈیا اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (آئیسا) کی صدر نیہا بورا سمیت تقریباً 150 مظاہرین کو حراست میں لے لیا گیا۔ علاقے میں دفعہ 163 نافذ ہونے کے باعث پولیس نے مظاہرین کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ اطلاعات کے مطابق، ابھجیت دیپکے دہلی میں این سی پی (شرد چندر پوار) کے ایک ترجمان کی رہائش گاہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ جیسے ہی باہر نکلے، پولیس نے انہیں حراست میں لے لیا۔ دوسری جانب، آئیسا کی صدر نیہا بورا کو منڈی ہاؤس سے حراست میں لیا گیا۔ چھ دن کے اندر دیپکے کو دوسری مرتبہ حراست میں لیا گیا ہے۔ اس سے قبل 10 اکتوبر کو جنتر منتر پر احتجاج سے پہلے انہیں طیارے سے حراست میں لیا گیا تھا، تاہم اگلے روز انہیں رہا کر دیا گیا تھا۔

حراست میں لیے جانے سے قبل دیپکے نے ایک ویڈیو پیغام جاری کرتے ہوئے کہا کہ دہلی پولیس کے سات سے آٹھ اہلکاران کے پاس آئے اور الزام لگایا کہ وہ لوگوں کو بھڑکا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں ترنگا لہرانے کے لیے جانے سے روکا جا رہا ہے۔ دیپکے نے سوال کیا کہ اپنے ہی ملک میں ترنگا لہرانے سے کیسے منع کیا جا سکتا ہے؟ آئیسا نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر دعویٰ کیا کہ نیہا بورا کو منگول پوری میں واقع انسدادِ منشیات ٹاسک فورس کے مرکز لے جایا گیا۔ تنظیم کے مطابق، بعد میں انہیں سیاہ شیشوں والی ایک گاڑی میں کسی نامعلوم مقام پر منتقل کیا جا رہا تھا۔ آئیسا نے دہلی پولیس سے مطالبہ کیا کہ بتایا جائے کہ نیہا بورا کو کہاں رکھا گیا ہے۔

کاکروچ جنتا پارٹی نے بھی الزام لگایا کہ ابھجیت دیپکے کو پولیس کسی نامعلوم مقام پر لے گئی ہے اور ان سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ پارٹی کا دعویٰ ہے کہ انہیں وکلا سے بات کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جا رہی۔ پارٹی نے سوال اٹھایا کہ حکومت نوجوانوں کے ساتھ دہشت گردوں جیسا سلوک کیوں کر رہی ہے؟ اس نے کہا کہ تمام شہری آئین کے تحت حاصل حقوق اور تحفظ کے یکساں طور پر مستحق ہیں۔ کاکروچ جنتا پارٹی نے الزام لگایا کہ ابھجیت ڈیپکے کو محض اس لیے حراست میں لیا گیا کہ وہ قومی پرچم لے کر مقررہ جگہ پر جا رہے تھے۔ کاکروچ جنتا پارٹی کے مطابق اس کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انتظامیہ کسی بھی بدنظمی سے نہیں ڈر رہی ہے بلکہ عام شہریوں کے ہاتھ میں ترنگے کی پرامن اور جمہوری طاقت سے خوفزدہ ہے۔

پابندیوں اور رہنماؤں کی حراست کے باوجود شام کو کناٹ پلیس اور منڈی ہاؤس میں پرچم بردار مظاہرے ہوئے۔ لوگوں نے 'جے ہند' اور 'لہرا دو ترنگا' کے نعرے لگائے، جبکہ بعض نے قومی ترانہ پڑھا۔ پولیس کی جانب سے منتشر کرنے کی کوشش پر معمولی دھکم پیل ہوئی؛ مظاہرین مقامات پر بکھرے اور دوبارہ جمع ہوئے۔ سی جے پی نے دیپکے کی حراست کو حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے مزید احتجاج کی تنبیہ کی۔

آئیسا نے بھی ایکس پر اپنی قومی صدر نیہا بورا کو حراست میں رکھے جانے پر تشویش ظاہر کی۔ تنظیم نے دعویٰ کیا کہ نیہا بورا کو منگول پوری میں واقع اینٹی نارکوٹکس ٹاسک فورس کے دفتر میں تنہا رکھا گیا ہے۔ آئیسا کے مطابق، رات تقریباً آٹھ بجے تک ان سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ تنظیم نے الزام لگایا کہ نیہا بورا سے ملاقات کے لیے پہنچنے والے ان کے ساتھیوں کو روک دیا گیا اور سادہ لباس میں موجود سات سے آٹھ افراد انہیں اندر جانے نہیں دے رہے تھے۔ آئیسا نے ان کی صورت حال اور ٹھکانے کے بارے میں وضاحت طلب کی۔

تمل ناڈو کے سابق وزیر اعلیٰ ایم کے اسٹالن نے بھی ایکس پر پوسٹ کر کے پوچھا کہ ابھجیت دیپکے اور نیہا بورا کہاں ہیں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ دونوں کو ان کے ٹھکانے کی اطلاع دیے بغیر حراست میں رکھنا غیر قانونی اور غیر انسانی ہے۔ اسٹالن نے مرکزی حکومت سے دونوں کو فوری رہا کرنے اور پُرامن مظاہروں کو دبانے کی کوششیں بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ واضح رہے کہ دہلی پولیس نے جمعہ کو ابھجیت دیپکے کو اس وقت حراست میں لیا تھا، جب وہ کناٹ پلیس کے سینٹرل پارک میں شام پانچ بجے ہونے والی مجوزہ 'ترنگا سبھا' میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ اس پروگرام کا اعلان انہوں نے پارٹی کے شریک کنوینر سورَو داس اور آشوتوش رانکا کی گرفتاری کے خلاف کیا تھا۔

پولیس کارروائی پر ممتا بنرجی کی تنقید

مغربی بنگال کی سابق وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے ابھجیت دیپکے کی حراست پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انہیں ہندوستانی قومی پرچم ہاتھ میں رکھنے کے لیے حراست میں لیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آزاد ہندوستان میں نوجوانوں کو اپنے جمہوری حقوق پُرامن طریقے سے استعمال کرنے پر حراست میں لیا جانا تشویش ناک ہے۔ ممتا بنرجی نے اس صورت حال کو غیر اعلانیہ ایمرجنسی سے تعبیر کرتے ہوئے الزام لگایا کہ اختلافِ رائے سے خوف زدہ حکومت پوری نسل کو خاموش کرانے کے لیے ڈرانے کی کوشش کر رہی ہے۔

سپریم کورٹ نے موٹر حادثات میں عبوری راحت کی اسکیم کو بغیر اعلان کے بنایا گیا قانون قرار دیا

نئی دہلی، 16 اکتوبر (یو این آئی) سپریم کورٹ نے سڑک حادثات کے متاثرین کے لیے مرکزی حکومت کی جانب سے متعارف کرائی گئی معاوضہ عبوری راحت اسکیم، 2026 کو بغیر اعلان کے بنایا گیا قانون قرار دیا ہے۔ عدالت نے اس بات پر سخت ناراضگی ظاہر کی کہ حکومت نے عوامی فلاح و بہبود کی اتنی اہم اسکیم کو مناسب تشہیر کے بغیر نافذ کر دیا۔ عدالت نے کہا کہ موٹر حادثات کے متاثرین کو فوری مالی مدد فراہم کرنے کے مقصد سے بنائی گئی یہ فلاحی اسکیم اس وقت تک بے فائدہ ہے، جب تک اس کے مستحق لوگوں کو اس کے بارے میں معلومات ہی نہ ہوں۔ جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس کے وی وشواناتھن کی بنچ نے اسکیم کو خاموشی سے نافذ کیے جانے پر عدم اطمینان ظاہر کرتے ہوئے کہا، یہ ایسا قانون ہے جس کا اعلان ہی نہیں کیا گیا۔ لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے، کیونکہ یہ ایک فائدہ مند قانون ہے۔ اس طرح تو عام آدمی کو اس کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ عدالت نے مرکز کو ہدایت دی کہ وہ اس اسکیم کی بڑے پیمانے پر تشہیر کرے تاکہ حادثات کے متاثرین اور ان کے اہل خانہ کو ملنے والی راحت کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔

قابل ذکر ہے کہ یہ معاملہ توہین عدالت کی ایک عرضی کی سماعت کے دوران سامنے آیا۔ عرضی میں الزام لگایا گیا تھا کہ سپریم کورٹ کی 28 اپریل 2025 کی اس ہدایت پر عمل نہیں کیا گیا، جس میں مرکز سے موٹر وہیکل ایکٹ کی دفعہ 164 اے کے تحت ایک قانونی نظام بنانے کو کہا گیا تھا، تاکہ سڑک حادثات کے متاثرین کو فوری طور پر عبوری معاوضہ مل سکے۔ ایڈیشنل سالیسٹر جنرل وکرم جیت بنرجی نے بنچ کو بتایا کہ حکومت نے متاثرین کے لیے معاوضہ (عبوری راحت) اسکیم، 2026 تیار کر لی ہے۔ انہوں نے اسکیم کی دفعہ 6 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ 23 فروری کو ہی تمام ریاستوں کے چیف سکریٹریوں کو خط بھیج کر ان رہنما خطوط کی تشہیر کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔

فیصلہ کن کارروائی کی ضرورت ہے
امریکہ میں مندر پر حملے، ہندوستانیوں کی حفاظت پر تشویش کا اظہار

نئی دہلی، (ایجنسی) ہندوستان کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر 20 اکتوبر 2026 کو ممبئی میں امریکہ کے وزیر خارجہ مارکو روبیو کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ وزارت خارجہ کے ترجمان رندھیر جیسوال نے اس کی اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ جے شنکر امریکہ کی آزادی کے 250 سال مکمل ہونے کے موقع پر منعقد ہونے والی تقریب میں بھی شرکت کریں گے، جس میں وہ مہمانِ خصوصی ہوں گے۔ دوسری جانب، امریکہ کی ریاست الینوائے کے شہر اوروا میں ایک ہندو مندر کو نشانہ بنا کر فائرنگ کرنے کی سازش کے معاملے پر ہندوستان نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ وزارت خارجہ کے ترجمان رندھیر جیسوال نے امریکہ میں ہندوستانی برادری اور ہندوستانی نژاد افراد کے خلاف بڑھتی ہوئی نسلی نفرت، ہندوستان مخالف تعصب اور نفرت پر مبنی جرائم کے واقعات پر گہری تشویش ظاہر کی۔ انہوں نے امریکی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ معاملے کی غیر جانب دارانہ تحقیقات کرائی جائیں اور قصورواروں کو سخت سزا دی جائے۔

میرٹھ میں نیلے ڈرم قتل کے بعد ایک اور مقدمہ میں بیوی اور عاشق کو پھانسی

میرٹھ میں یکے بعد دیگرے دو قتل کے مقدمات میں چار افراد کو سزائے موت، عدالت کے فیصلوں سے سنسنی

میرٹھ (ایجنسی) اتر پردیش کے میرٹھ میں شوہر کا قتل کر کے اسے سانپ کے ڈسنے سے ہونے والی موت کا معاملہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنے والی رویتا اور اس کے عاشق امردیپ کو عدالت نے پھانسی کی سزا سنائی ہے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جے ویر سنگھ ناگر نے جمعہ کو دونوں ملزمان کو سزائے موت سنائی۔ دونوں جیل سے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ سزا سنائے جانے کے بعد عدالت میں جذباتی منظر دیکھنے کو ملا۔ سماعت کے دوران رویتا نے عدالت سے کہا کہ اس کے تین چھوٹے بچے ہیں، ان کا خیال رکھا جائے۔ وہیں امردیپ نے کہا کہ اس کے والدین بوڑھے ہیں اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ دونوں نے اپنے اہل خانہ کی دیکھ بھال کی اپیل کی۔ اس کے بعد دونوں خاموش ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہ معاملہ 17 اپریل 2025 کی رات کا ہے، جب رویتا نے اپنے عاشق امردیپ کے ساتھ مل کر اپنے شوہر امت کشیپ کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا تھا۔ قتل کے بعد دونوں نے بستر پر ایک سانپ رکھ دیا، تاکہ امت کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہونے کا تاثر دیا جا سکے۔ تاہم، پوسٹ مارٹم رپورٹ میں انکشاف ہوا کہ امت کی موت گلا گھونٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ قتل کے تقریباً 60 دن بعد پولیس نے عدالت میں چارج شیٹ داخل کی۔ گزشتہ 7 اکتوبر کو عدالت نے رویتا اور امردیپ کو قتل کا مجرم قرار دیا تھا۔ جمعہ کو دونوں کو سزائے موت سنادی گئی۔ میرٹھ میں یہ فیصلہ ایسے وقت میں آیا ہے، جب اسی شہر کے مشہور نیلے ڈرم قتل معاملے میں بھی عدالت نے بدھ کو مسکان رستوگی اور اس کے عاشق ساحل کو سزائے موت سنائی تھی۔ ضلع جج اروند کمار نے مسکان کے شوہر سوربھ راجپوت کے قتل کے معاملے میں دونوں کو پھانسی کی سزا سنائی۔ دونوں ملزمان جیل سے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ سزا سنائے جانے کے دوران دونوں خاموش رہے۔ اس معاملے میں بھی تقریباً ڈیڑھ سال بعد عدالت نے سزا کا اعلان کیا۔ سماعت کے دوران استغاثہ کی جانب سے 22 گواہوں کے بیانات درج کرائے گئے۔ ان میں وہ افراد بھی شامل تھے، جن سے قتل میں استعمال ہونے والا چاقو اور لاش چھپانے کے لیے استعمال کیا گیا نیلا ڈرم خریدا گیا تھا۔

پولیس لوگوں کی ہڈیاں توڑ سکتی ہے، لیکن ستیہ گرہ کے جذبے کو ختم نہیں کر سکتی: راہل گاندھی

نئی دہلی: کانگریس کے سینئر رہنما اور لوک سبھا میں قائد حزب اختلاف راہل گاندھی نے دہلی پولیس پر احتجاج کرنے والے طلبہ کے ساتھ مار پیٹ اور بدسلوکی کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ پولیس حملے کے معاملے میں ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ذمہ دار افسران کے خلاف کیرالہ، راجستھان اور عدالتوں میں تمام قانونی راستے اختیار کیے جائیں گے۔ راہل گاندھی نے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو شیئر کی، جس میں وہ پولیس تشدد کا نشانہ بننے والے طلبہ اور دیگر مظاہرین سے بات چیت کرتے نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیرالہ کی اتھیرا اور راجستھان کی ریتو سمیت متعدد نوجوان خواتین کو دہلی پولیس نے پیٹا۔ ان کے مطابق، بعض خواتین کے ساتھ بدسلوکی بھی کی گئی اور ان کے کپڑے تک پھاڑ دیے گئے۔ راہل گاندھی نے بتایا کہ انہوں نے کیرالہ کے وزیر داخلہ رمیش چنیتھلا اور راجستھان پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر گووند سنگھ ڈوٹاسرا سے بات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیرالہ میں اس معاملے میں پہلے ہی زیرو ایف آئی آر درج کی جا چکی ہے۔ اب متاثرین کو انصاف دلانے اور مبینہ تشدد کے ذمہ دار افسران کے خلاف کارروائی کے لیے قانونی اقدامات کیے جائیں گے۔ راہل گاندھی نے دہلی پولیس کے طرز عمل پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ کے ماتحت دہلی پولیس کی بربریت کو یوں ہی نہیں جانے دیا جائے گا۔

اکھلیش یادو کا بی جے پی پر طنز
'ون نیشن، ون الیکشن' نہیں، 'ون کرپشن، ون الیکشن' ہے منشا

لکھنؤ: سماجوادی پارٹی کے قومی صدر اکھلیش یادو نے اتر پردیش میں ووٹر لسٹ کی نظر ثانی کے عمل کو لے کر بی جے پی اور الیکشن کمیشن پر نشانہ لگایا ہے۔ انہوں نے بی جے پی کے 'ون نیشن، ون الیکشن' کے تصور پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ اس کی منشا 'ون کرپشن، ون الیکشن' جیسی ہے۔ اکھلیش نے دعویٰ کیا کہ مہنگائی اور بدعنوانی سے متوسط طبقہ پریشان ہے، جب کہ نوجوانوں اور خواتین میں بھی حکومت کے تئیں ناراضگی بڑھ رہی ہے۔ لکھنؤ میں سماجوادی پارٹی کے دفتر میں جمعہ کو صحافیوں سے بات کرتے ہوئے اکھلیش یادو نے کہا کہ ووٹر لسٹ کی خصوصی مختصر نظر ثانی (ایس ایس آر) کا الٹا آر ایس ایس ہوتا ہے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ بی جے پی، الیکشن کمیشن کے ساتھ مل کر ووٹر لسٹ میں گڑبڑی کی سازش کر رہی ہے، کیونکہ اسے براہ راست مقابلے میں شکست کا اندیشہ ہے۔ اکھلیش نے واضح کیا کہ ان کی پارٹی ووٹر لسٹ کی نظر ثانی کے خلاف نہیں، بلکہ اس عمل میں بے ضابطگیوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ اگر ایس ایس آر کرایا جا رہا ہے تو خصوصی گہری نظر ثانی (ایس آئی آر) کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ووٹر لسٹ میں نام شامل کرنے اور حذف کرنے کا عمل ایک ہی نظر ثانی کے دوران شفاف طریقے سے مکمل کیا جائے اور اس کے بعد دوبارہ ایسی کارروائی نہ ہو۔ سماجوادی پارٹی کے صدر نے دعویٰ کیا کہ ان کی پارٹی نے اتر پردیش کی 100 اسمبلی نشستوں سے متعلق اعداد و شمار جمع کر کے الیکشن کمیشن کو سونپے ہیں۔ ان کے مطابق، ان اعداد و شمار میں ایک ہی نوجوان کے نام پر مختلف مقامات پر ووٹر شناخت درج ہونے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ متعلقہ نوجوان پہلی بار ووٹ ڈالنے والا ہے اور تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ایک شخص ایک ہی مقام پر ووٹ ڈال سکتا ہے، لیکن اس کے نام کی کئی جگہ اندراج سے دوسرے لوگوں کے ووٹ ڈالنے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ اکھلیش نے اسے چھوٹی موٹی غلطی ماننے سے انکار کرتے ہوئے 'کھوٹی غلطی' قرار دیا اور الیکشن کمیشن سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے ایس آئی آر کے دوران بوتھ لیول افسران (بی ایل او) کی اموات کا معاملہ بھی اٹھایا اور دعویٰ کیا کہ اس عمل میں 20 بی ایل او کی جان گئی تھی۔ انہوں نے سوال کیا کہ ووٹر لسٹ سے متعلق سنگین شکایات پر ذمہ داری کیوں طے نہیں کی جاتی؟ اکھلیش نے الزام لگایا کہ ووٹر لسٹ کی نظر ثانی کے پیچھے بی جے پی کا سیاسی مقصد ہے۔ انہوں نے چندے اور مذہبی مقامات پر چڑھاوے کی چوری کے الزامات کا حوالہ دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اس سے سناتنی ووٹر بھی بی جے پی سے ناراض ہیں۔ نیٹ جیسے امتحانات میں بے ضابطگیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کا اعتماد متاثر ہوا ہے۔ ان کے مطابق، جین زی، جین الفا اور سرکاری اسکیموں کے مستفیدین میں بھی بی جے پی کے خلاف ناراضگی بڑھ رہی ہے۔

حد بندی پر کل جماعتی اجلاس بلائی جائے، کھڑگے کا وزیر اعظم کو چوتھی بار خط
پارلیمنٹ میں ناکامی کے بعد کانگریس صدر نے پھر اٹھایا حد بندی سے متعلق نئی تجاویز کا معاملہ

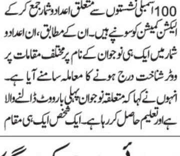

نئی دہلی۔ (ایجنسی) کانگریس صدر ملکارجن کھڑگے نے جمعہ کو وزیر اعظم نریندر مودی کے نام خط لکھ کر ایک بار پھر مطالبہ کیا ہے کہ حد بندی سے متعلق نئی تجاویز کو حتمی شکل دینے اور انہیں پارلیمنٹ میں غور کے لیے پیش کرنے سے پہلے آل پارٹی میٹنگ بلائی جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمام سیاسی پارٹیوں کو تجاویز پر آپس میں اور دیگر متعلقہ فریقوں کے ساتھ تبادلۂ خیال کے لیے مناسب وقت دیا جانا چاہیے۔ انہوں نے واضح لفظوں میں کہا کہ حکومت کو ایک بار پھر دور رس اثرات والے آئینی ترمیمی بل کو پارلیمنٹ سے زبردستی منظور کرانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ راجیہ سبھا میں قائد حزب اختلاف کھڑگے [illegible] لیکن اب تک پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کرنے کا باضابطہ اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ کانگریس صدر کا کہنا تھا کہ انہوں نے سب سے پہلے 11 اپریل 2026 کو وزیر اعظم کو خط لکھ کر حد بندی سے متعلق کسی بھی آئینی [illegible] کے سامنے پیش کیا اور 16 اپریل کو پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس طلب کر دیا۔ کھڑگے نے دعویٰ کیا کہ حد بندی سے متعلق آئینی ترمیمی بل کو 17 اپریل کو لوک سبھا میں ضروری دو تہائی اکثریت کی حمایت نہیں مل سکی اور حکومت کو 'واضح فرق' سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کانگریس صدر نے کہا کہ اس کے بعد انہوں نے 16 جولائی اور 27 اگست کو بھی وزیر اعظم کو خط لکھ کر آل پارٹی میٹنگ بلانے کا مطالبہ دہرایا تھا۔ کھڑگے نے کہا کہ اب وہ چوتھی بار یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ حکومت اپنی نئی تجاویز کو حتمی شکل دینے سے پہلے تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ تفصیلی تبادلۂ خیال کرے۔ کانگریس صدر نے خط میں لکھا ہے کہ "تمام سیاسی [illegible]"

رواں ماہ طلب کیا جاسکتا ہے پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس
خاتون ریزرویشن اور حد بندی بل پیش کرنے کا امکان!، این ڈی اے کے پاس دو تہائی اکثریت نہیں

خصوصی اجلاس طلب کیے جانے سے تقریباً ایک ہفتہ قبل اس کی جانکاری دی جا سکتی ہے۔ پارلیمنٹ کا مانسون اجلاس 13 اگست کو ختم ہوا تھا، لیکن اس کے حتمی اختتام کا اعلان اب تک نہیں کیا گیا ہے۔

نئی دہلی۔ (ایجنسی) پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس رواں ماہ کے آخر میں بلایا جا سکتا ہے۔ حکومت اس اجلاس میں حد بندی اور خواتین کے ریزرویشن سے متعلق آئینی ترمیمی بل پیش کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق حکومت کو یقین ہے کہ لوک سبھا میں ان بلوں کو منظور کرانے کے لیے اس کے پاس مطلوبہ تعداد موجود ہے۔ یہ سب ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب اپوزیشن ووٹر لسٹ کی خصوصی گہری نظر ثانی یعنی ایس آئی آر اور چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کے خلاف احتجاج تیز کر رہی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق مودی [illegible] کے بل کو پاس کرا لے گی۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ حکومت لوک سبھا میں اپنی عددی طاقت کو لے کر پُراعتماد ہے۔ اسی اعتماد کے ساتھ وہ خصوصی اجلاس بلا کر مجوزہ قانون کو آگے بڑھانا چاہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپوزیشن پارٹیوں سے رابطہ کر کے حمایت حاصل کرنے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔

قابل ذکر ہے کہ پارلیمنٹ کا مانسون اجلاس 13 اگست کو ختم ہو گیا تھا، لیکن اس کے اب تک حتمی [illegible] بند نہیں کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے خصوصی اجلاس بلانے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ حکومت فی الحال اجلاس کی تاریخوں اور پروگرام کو حتمی شکل دینے میں مصروف ہے۔ غور کرنے والی بات یہ ہے کہ جب چند ماہ قبل ہی حکومت کو پارلیمنٹ میں دھچکا لگ چکا ہے۔ بجٹ اجلاس کے دوران 17 اپریل کو حد بندی اور لوک سبھا و ریاستی اسمبلیوں میں خواتین کے ریزرویشن کو نافذ کرنے سے متعلق آئینی ترمیمی بل لوک سبھا میں [illegible] ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس بار حکومت دراوڑ منیترا کژگم یعنی ڈی ایم کے سے بات چیت کر رہی ہے۔ یہ رابطہ تمل ناڈو انتخابات کے بعد ڈی ایم کے کے کانگریس سے الگ ہونے اور انڈیا اتحاد سے باہر نکلنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کچھ چھوٹی اپوزیشن پارٹیوں کے بھی رابطے میں ہے۔ اس کا مقصد ووٹنگ سے پہلے اپنی عددی طاقت کو مضبوط کرنا ہے۔ مودی حکومت نے جب حد بندی اور خواتین کے ریزرویشن کے بل منظور کرانے کے لیے 15 سے 17 اپریل تک 3 روزہ خصوصی اجلاس بلایا تھا، تو اس وقت بھی دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ بل پاس ہو جائیں گے۔ حالانکہ مودی حکومت کو حد بندی اور خواتین کے ریزرویشن، دونوں ہی بل پاس کرانے میں ناکامی ہوئی۔ اس وقت خواتین سے متعلق ریزرویشن میں آئی ترمیم والے بل پر ووٹنگ میں 528 اراکین پارلیمنٹ نے حصہ لیا تھا۔ بل کے حق میں 298 اور مخالفت میں 230 ووٹ پڑے تھے۔ بل منظور کرانے کے لیے 2 تہائی اکثریت یعنی 528 کا 2 تہائی 352 ہوتا ہے۔ اس طرح بل 54 ووٹوں سے ناکام ہو گیا تھا۔

'ٹیسلا' نے اڑنے والی کار کا کرایا دیدار

واشنگٹن (ایجنسی) ایلن مسک کی کمپنی 'ٹیسلا' نے آج (16 اکتوبر) لوگوں کو اڑنے والی کار کا دیدار کرایا۔ اس مظاہرہ کے دوران دوسری جنریشن کی روڈسٹر کار ایک بڑے خم دار ریمپ پر اوپر کی جانب بڑھی اور الٹی ہو گئی۔ اس کے بعد یہ ریمپ سے ہوا میں اڑی، ہوا میں ہی قلابازی کھانے کے بعد زمین پر بحفاظت اتر گئی۔ اس کار میں راکٹوں میں استعمال ہونے والے تھرسٹرز لگائے گئے ہیں۔ ان کی مدد سے یہ کار الٹی ہو کر چل سکتی ہے اور ہوا میں گھوم بھی سکتی ہے۔ یہ کار محض 0.81 سیکنڈ میں 97 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار بھی حاصل کر سکتی ہے۔ دی گئی جانکاری کے مطابق اس کار کا پروڈکشن 2028 میں شروع ہوگا۔ اس کار کی کامیاب لینڈنگ کے بعد ایلن مسک نے کہا کہ "چلیے، یہ کام کر گیا۔" مسک نے اس کار کو 'ٹیسلا' اور 'اسپیس ایکس' کے انجینئرز کے ساتھ مل کر کی گئی محنت کا نتیجہ قرار دیا۔ انھوں نے بتایا کہ کار خود کو اوپر اٹھانے کے لیے ایک جدید الٹرا ہائی پریشر ایئر ٹینک کا استعمال کرتی ہے۔ کار میں ہوا میں کنٹرول برقرار [illegible]

یوکرین کے پیٹریاٹ میزائل ختم، روسی حملوں کے خلاف دفاع کمزور

ٹرمپ اور زیلنسکی میں کشیدگی سے امریکی فوجی امداد غیر یقینی

کیف/واشنگٹن، 16 اکتوبر (یو این آئی)

یوکرین کے پاس امریکہ کے تیار کردہ پیٹریاٹ انٹرسیپٹر میزائلوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے، جس سے ملک روس کے بیلسٹک میزائل حملوں کے مقابلے میں مزید غیر محفوظ ہوگیا ہے۔ یہ صورت حال ایسے وقت سامنے آئی ہے جب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور یوکرین کے صدر وولودیمیر زیلنسکی کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ صورت حال سے واقف ایک ذریعے نے یہ اطلاع دی۔ سی این این نے مذکورہ ذریعے کے حوالے سے بتایا کہ میزائلوں کی قلت بدھ کی رات روس کے حملے کے دوران خاص طور پر نمایاں ہوئی، جب ضروری انٹرسیپٹر میزائل دستیاب نہ ہونے کے باعث روس کے داغے گئے بیشتر بیلسٹک میزائلوں کو روکا نہیں جا سکا۔ نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر ذریعے نے کہا، XX گزشتہ حملے میں داغے گئے تقریباً تمام بیلسٹک میزائلوں کو انٹرسیپٹر میزائلوں کی کمی کے باعث روکا نہیں جاسکا۔XX روسی حملوں میں کیف کے تین بجلی گھروں کو نشانہ بنایا گیا، جبکہ خارکیف کے توانائی کے بنیادی ڈھانچے پر بھی حملے کیے گئے۔ ان حملوں میں یوکرین کے دارالحکومت کیف میں چار افراد ہلاک اور کم ازکم 25 زخمی ہوگئے۔ موسم سرما کی آمد کے پیش نظر ان حملوں نے یوکرین کے فضائی دفاع کو درپیش چیلنجوں کو مزید نمایاں کردیا ہے۔ پیٹریاٹ دفاعی نظام ان چند ہتھیاروں میں شامل ہے جو روس کے بیلسٹک میزائلوں، بشمول اسکندر-ایم، کو روکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تاہم، انٹرسیپٹر میزائل مہنگے ہیں اور عالمی سطح پر ان کی فراہمی محدود ہے، جس کے باعث کیف کے لیے اپنے ذخائر کو فوری طور پر دوبارہ بھرنا مشکل ہو رہا ہے۔ ان میزائلوں کی امریکی دفاعی کمپنی لاک ہیڈ مارٹن تیار کرتی ہے۔ کمپنی نے جولائی میں کم لاگت والے پی اے سی-3 اے سی ای میزائل کا نیا ورژن متعارف کرایا تھا، جس کی ابتدائی پیداوار اگلے 36 ماہ کے اندر شروع ہونے کی توقع ہے۔ موجودہ پی اے سی-3 انٹرسیپٹر میزائلوں کی قیمت تقریباً 40 لاکھ ڈالر فی میزائل ہے، جس سے روس کے مسلسل حملوں کے دوران فضائی دفاعی کارروائیوں کو برقرار رکھنے کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ زیلنسکی مغربی اتحادیوں سے اضافی فضائی دفاعی نظام اور گولہ بارود فراہم کرنے کی بارہا اپیل کر چکے ہیں۔ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ موسم سرما سے قبل یوکرین کے شہروں اور اہم بنیادی ڈھانچے کے تحفظ کے لیے زیادہ مضبوط دفاعی انتظامات ضروری ہیں۔ جمعہ کو ڈنمارک کی وزیر اعظم میٹے فریڈرکسن کے ساتھ ملاقات کے دوران زیلنسکی نے روسی حملوں کے خلاف یوکرین کے دفاع کو مضبوط بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا، XX فضائی دفاع ہماری اولین ترجیح ہے، خصوصاً بیلسٹک میزائلوں کے خلاف دفاع اور ان تمام وسائل کی فراہمی جو جیٹ انجن سے چلنے والے شاہد ڈرونوں کو روکنے میں مدد دیتے ہیں۔XX روس ان ایرانی ساختہ حملہ آور ڈرونوں کا استعمال کرتا ہے۔ میزائلوں کی قلت ایسے وقت سامنے آئی ہے جب یوکرین کی فوجی حکمت عملی اور جنگ کے خاتمے کے امکانات کے معاملے پر ٹرمپ اور زیلنسکی کے درمیان اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ ٹرمپ نے جمعرات کو نیوز میکس کو انٹرویو دیتے ہوئے زیلنسکی کو ایسا شخص قرار دیا جس کے ساتھ امریکہ کے لیے معاملات طے کرنا مناسب نہیں اور کہا کہ انہیں روسی صدر ولادیمیر پوتن کے مقابلے میں یوکرینی صدر کے ساتھ مذاکرات کرنا زیادہ مشکل لگتا ہے۔ ٹرمپ نے کہا، XX میرے خیال میں زیلنسکی کے ساتھ معاملات طے کرنا پوتن کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہے۔XX ٹرمپ نے ماسکو کے ساتھ سمجھوتے کے لیے زیلنسکی کی آمادگی پر سوال اٹھائے ہیں اور کیف پر زور دیا ہے کہ وہ روسی تیل کی ریفائنریوں پر حملے روک دے۔ ان کا کہنا ہے کہ توانائی کے بنیادی ڈھانچے پر حملوں سے ایندھن کی فراہمی متاثر ہوسکتی ہے اور ڈیزل کی قیمتیں بڑھ سکتی ہیں۔

امریکی صدر نے یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ روس کے ساتھ معاہدے تک پہنچنے کے لیے یوکرین کو ایک نئے رہنما کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ ان بیانات نے کیف کے لیے واشنگٹن کی طویل مدتی حمایت کے مستقبل کے بارے میں غیر یقینی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ تاہم، زیلنسکی کا مؤقف ہے کہ روسی فوج کے مسلسل حملوں کے پیش نظر یوکرین کو فوجی امداد اور مضبوط فضائی دفاعی نظام کی ضرورت برقرار ہے۔ واشنگٹن کی جانب سے کیف کو روسی توانائی کے مراکز پر حملے روکنے کی درخواست اور حملے جاری رہنے کی صورت میں امریکی ہتھیاروں کی فراہمی اور انٹیلی جنس معلومات کے تبادلے پر ممکنہ اثرات سے متعلق اطلاعات کے بعد دونوں ممالک کے درمیان اختلافات مزید شدت اختیار کر گئے ہیں۔ دریں اثنا، ٹرمپ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ امریکہ نے یوکرین کے ساتھ انٹیلی جنس معلومات کا تبادلہ روک دیا ہے۔ انٹیلی جنس تعاون کے مستقبل سے متعلق خدشات اس وقت سامنے آئے جب یوکرین کو ایلون مسک کی کمپنی اسپیس ایکس کے زیر انتظام فوجی معیار کی سیٹلائٹ مواصلاتی سروس اسٹارشیلڈ کے استعمال میں پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یوکرینی حکام کے مطابق، ان رکاوٹوں سے فوجی مواصلات، رسد اور ڈرون کی بعض کارروائیاں متاثر ہوئیں، تاہم سروس جزوی طور پر بحال کردی گئی۔ مسک نے کہا ہے کہ اسٹارشیلڈ نظام امریکہ کی حکومت کی ملکیت اور کنٹرول میں ہیں، جو یہ طے کرتی ہے کہ اس سروس کو کس طرح استعمال کیا جائے اور اس پر پابندیاں عائد کی جائیں یا نہیں۔ میزائلوں کی قلت اور مواصلاتی نظام میں رکاوٹوں کی اطلاعات نے روسی حملوں کے خلاف دفاع کے لیے یوکرین کے امریکی فوجی سازوسامان، ٹیکنالوجی اور انٹیلی جنس معاونت پر انحصار کو نمایاں کردیا ہے۔ دنیا بھر میں پیٹریاٹ انٹرسیپٹر میزائلوں کی محدود دستیابی کے باعث یوکرین کے ذخائر کی بحالی کا انحصار میزائلوں کی دستیابی اور امریکہ سمیت دیگر مغربی اتحادیوں کے فیصلوں پر ہوگا۔ ستمبر کے اواخر میں زیلنسکی نے اعلان کیا تھا کہ یوکرین نے اپنے پیٹریاٹ فضائی دفاعی نظام کے لیے میزائلوں کے ایک نئے پیکیج کے حصول کا معاہدہ کیا ہے۔ یہ اعلان امریکہ میں یوکرینی برادری کے نمائندوں سے ملاقات کے بعد کیا گیا تھا۔

زیلنسکی کی بیلجیم سے مزید ایف 16 طیاروں اور گولہ بارود کی اپیل

روسی حملوں سے بجلی متاثر، یوکرین نے فضائی دفاع مضبوط بنانے پر زور دیا

برسلز، 16 اکتوبر (یو این آئی) یوکرین کے صدر وولودیمیر زیلنسکی نے جمعہ کو بیلجیم سے مزید ایف 16 لڑاکا طیاروں اور گولہ بارود کی فراہمی کی اپیل کی، تاکہ یوکرین کے فضائی دفاع کو مضبوط بنایا جا سکے۔ روسی حملوں میں توانائی کے بنیادی ڈھانچے کو نشانہ بنائے جانے کے باعث ہزاروں افراد بجلی سے محروم ہو گئے ہیں، جبکہ کیف کے بعض علاقوں میں بھی بجلی کی فراہمی متاثر ہوئی ہے۔ بیلجیم کے وزیر اعظم بارٹ ڈی ویور کے ساتھ بات چیت کے دوران زیلنسکی نے کہا کہ توانائی کی تنصیبات پر روسی حملوں کے نتیجے میں وولن علاقے میں تقریباً 15 ہزار افراد بجلی سے محروم ہو گئے ہیں، جبکہ کیف اور اس کے آس پاس کے بعض علاقوں میں بھی بجلی کی بندش کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض علاقوں میں مرمت کرنے والی ٹیمیں مزید روسی حملوں کے خدشے کے باعث بحالی کا کام شروع نہیں کر پا رہی ہیں، کیونکہ ان مقامات کو دوبارہ نشانہ بنائے جانے کا خطرہ ہے۔ زیلنسکی نے کہا جیٹ انجن سے چلنے والے شاہد ڈرونوں کے حملوں کو ناکام بنانے میں ایف 16 طیارے نمایاں مدد فراہم کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یوکرین بیلجیم کے ساتھ مل کر جلد از جلد مزید طیارے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دونوں رہنماؤں نے ان لڑاکا طیاروں کے لیے اضافی گولہ بارود کی فراہمی کے امکانات پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ زیلنسکی نے الگ سے بیلجیم کے بادشاہ فلپ سے بھی ملاقات کی اور مسلسل حمایت پر ان، حکومت اور عوام کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے زور دیا کہ روسی میزائلوں اور ڈرون حملوں کے خلاف یوکرین کے فضائی دفاع کو مضبوط بنانا بدستور اولین ترجیح ہے۔ یوکرینی صدر نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ جنگ کے دوران روس کے منجمد اثاثوں کو منجمد ہی رکھا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ ماسکو کو ان رقوم تک دوبارہ رسائی نہیں ملنی چاہیے جنہیں مزید حملوں کے لیے مالی وسائل فراہم کرنے یا یورپ کو غیر مستحکم کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ زیلنسکی نے یورپی کونسل کے صدر انتونیو کوسٹا، یورپی کمیشن کی صدر ارسولا وان ڈیر لیین اور ڈنمارک کی وزیر اعظم میٹے فریڈرکسن کے ساتھ ملاقاتوں میں بھی اسی نوعیت کے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے مزید فوجی اور مالی امداد طلب کی۔

امریکہ کے پیٹریاٹ اور تھاڈ میزائلوں کے ذخائر تشویشناک حد تک کم

سابق فوجی سربراہ کی 2030 تک قلت برقرار رہنے کی تنبیہ

واشنگٹن، 16 اکتوبر (یو این آئی) امریکی فوج کے سابق سربراہ جنرل رینڈی جارج نے دسمبر میں خبردار کیا تھا کہ امریکہ کے پاس پیٹریاٹ اور ٹرمینل ہائی آلٹیٹیوڈ ایریا ڈیفنس (تھاڈ) میزائل شکن نظاموں کے انٹرسیپٹر میزائلوں کا ذخیرہ انتہائی کم سطح پر پہنچ چکا ہے اور 2030 تک بھی اس میں خاطر خواہ بہتری آنے کا امکان نہیں ہے۔ امریکی حکام کے حوالے سے سی بی ایس نیوز نے یہ اطلاع دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق، جنرل جارج کا یہ جائزہ ایران کے ساتھ جنگ شروع ہونے سے کئی ماہ پہلے سامنے آیا تھا، جبکہ اس جنگ نے امریکی میزائل ذخائر میں مزید نمایاں کمی کردی۔ جارج کی تشخیص پینٹاگون کے مالی سال 2027 کے گلوبل فورس مینجمنٹ ایلوکیشن پلان XX میں شامل تھی۔ یہ سالانہ دستاویز وزیر دفاع کی منظوری سے تیار کی جاتی ہے اور دنیا بھر میں امریکی فوجیوں اور ہتھیاروں کی تعیناتی کا تعین کرتی ہے۔ وزیر دفاع پیٹ ہیگسیتھ نے ایران جنگ کے دوران اپریل میں جارج کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا تھا۔ اس جائزے سے واقف حکام نے میزائلوں کی قلت کی وجوہات میں روس کے 2022 کے حملے کے بعد یوکرین کو میزائلوں کی فراہمی، اسرائیل کے دفاع میں استعمال ہونے والا گولہ بارود اور امریکی دفاعی صنعت کی محدود پیداواری صلاحیت کو شمار کیا۔ حکام کے مطابق، امریکہ کے پاس جوائنٹ ڈائریکٹ اٹیک میونیشنز (جے ڈی اے ایم) اور سمال ڈایا میٹر بم جیسے بعض حملہ آور ہتھیاروں کا خاطر خواہ ذخیرہ موجود ہے، لیکن پیٹریاٹ اور تھاڈ کے انٹرسیپٹر میزائلوں کی تعداد تزویراتی اعتبار سے تشویش ناک حد تک کم ہوگئی ہے۔ تھاڈ امریکی فوج کے جدید ترین میزائل دفاعی نظاموں میں سے ایک ہے، جسے بیلسٹک میزائلوں کو ان کی پرواز کے آخری مرحلے میں، زمین کے کرۂ ہوائی کے اندر یا اس کے بالکل باہر، تباہ کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ کانگریشنل ریسرچ سروس کی 2025 کی رپورٹ کے مطابق، امریکی فوج کے پاس تھاڈ کی آٹھ بیٹریاں ہیں۔ ہر بیٹری میں تقریباً 90 فوجی تعینات ہوتے ہیں اور اس میں ٹرکوں پر نصب چھ لانچر شامل ہوتے ہیں، جن میں سے ہر ایک آٹھ انٹرسیپٹر میزائل لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح ہر بیٹری میں مجموعی طور پر 48 میزائل ہوتے ہیں۔ پیٹریاٹ نظام فوجی اڈوں، فوجیوں اور اہم بنیادی ڈھانچے کو بیلسٹک اور کروز میزائلوں کے ساتھ دشمن کے طیاروں سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ تھاڈ کے مقابلے میں کم بلندی پر کام کرتا ہے، جبکہ دونوں نظام مل کر دفاع کی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تہیں تشکیل دیتے ہیں۔ امریکی حکام کے مطابق، پیٹریاٹ نظام میں سب سے زیادہ قلت پیٹریاٹ ایڈوانسڈ کیپبلیٹی-3 (پی اے سی-3) انٹرسیپٹر میزائلوں کی ہے۔ یہ میزائل تیز رفتاری سے آنے والے خطرے سے ٹکرا کر اسے تباہ کرتا ہے اور ٹیکٹیکل بیلسٹک میزائلوں، کروز میزائلوں اور دشمن کے طیاروں کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ سینٹر فار اسٹریٹجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز (سی ایس آئی ایس) کے سینئر مشیر اور میرین کور کے ریٹائرڈ کرنل مارک کینشین نے کہا کہ چین کے ساتھ ممکنہ جنگ میں دونوں نظام انتہائی اہم ثابت ہوں گے۔ انہوں نے کہا، XX چین کے ساتھ کسی تنازع میں امریکی فوج کے جن دو ہتھیاروں کا سب سے زیادہ استعمال ہوگا، وہ یہی ہیں۔ مثال کے طور پر جیولین میزائل اتنی بڑی تعداد میں استعمال نہیں ہوں گے، کیونکہ زمینی لڑائی نسبتاً محدود رہنے کا امکان ہے اور توپ خانے کا استعمال بھی محدود ہوگا، لیکن فضائی دفاع اور میزائل دفاع کی اہمیت بہت زیادہ ہوگی۔

کیٹی کو کثرت سے چین کا دورہ کرنا چاہیئے: چین

بیجنگ، 16 اکتوبر (یو این آئی) چین نے کیٹی زکریا کو کثرت سے چین کے دورے کرنے کی دعوت دی ہے۔ وائٹ ہاؤس کی ترجمان کیٹی زکریا کے بروز جمعہ دورہ چین کے بعد جاری کردہ اور چین میں مناسب بیت الخلا بھی موجود نہیں ہیں" کے الفاظ پر مبنی بیان نے دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تنازعے کو جنم دیا ہے۔ چین وزارتِ خارجہ کی ترجمان ماؤ ننگ نے ایک پریس کانفرنس کے دوران مسکراتے ہوئے زکریا کے بیان کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خوشی ہوگی اگر وہ موقع ملنے پر چین کا زیادہ کثرت سے دورہ کریں کیٹی زکریا نے دائیں بازو کے سوشل میڈیا انفلوئنسر جیک پوسوبیک کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا کہ 2016 میں میں نے ان پیش گوئیوں پر سوال اٹھایا تھا کہ چین جلد ہی معاشی اعتبار سے امریکہ کو پیچھے چھوڑ دے گا۔ کیٹی زکریا نے کہا کہ ان دنوں میں ابھی چین سے واپس آئی تھی اور مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ چین دنیا کی اگلی ابھرتی ہوئی طاقت کیسے بن سکتا ہے؟ وہاں تو مناسب بیت الخلا بھی نہیں ہیں۔XX زکریا، جو ماضی میں چین میں رہ چکی ہیں، توقع ہے کہ آئندہ ماہ ایک بار پھر اس ملک کا دورہ کریں گی۔ وائٹ ہاؤس کی ترجمان کے یہ بیانات ایسے وقت میں سامنے آئے ہیں جب امریکہ اور چین کے درمیان تجارت، ٹیکنالوجی، تائیوان اور انسانی حقوق کے معاملات پر مسابقت میں شدت آ رہی ہے۔

امریکی پابندیوں سے ایران کا بین الاقوامی فضائی نیٹ ورک محدود

پروازیں معطل، مسافروں کا سفر طویل اور مہنگا ہوگیا

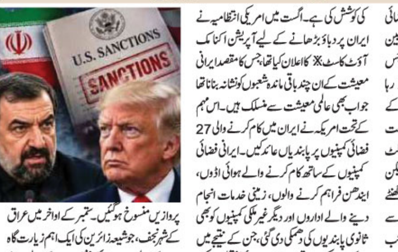

تہران، 16 اکتوبر (یو این آئی) ایرانی فضائی کمپنیوں پر امریکہ کی نئی پابندیوں کے نتیجے میں بین الاقوامی پروازوں کے راستے محدود ہوگئے، جس سے مسافروں کو طویل اور مہنگا سفر کرنا پڑ رہا ہے۔ ستمبر کے اواخر میں مسافر تہران سے دبئی کے لیے تین گھنٹے سے بھی کم وقت میں براہِ راست پرواز کے ذریعے سفر کرسکتے تھے، جس کا ٹکٹ 100 سے 200 ڈالر کے درمیان ہوتا تھا۔ لیکن ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں اسی سفر میں 18 گھنٹے تک لگ سکتے ہیں اور اس کا خرچ ایک ہزار ڈالر سے تجاوز کرسکتا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ امریکہ کی جانب سے ایرانی فضائی کمپنیوں اور انہیں خدمات فراہم کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں کے خلاف پابندیوں کا نیا سلسلہ ہے۔ 23 ستمبر کو کمپنیوں کے لیے ایرانی فضائی کمپنیوں کو خدمات فراہم کرنا بند کرنے کی مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد پابندیوں میں مزید سختی آئی، جس کے نتیجے میں ایران اور متحدہ عرب امارات سمیت کئی ممالک کے درمیان براہِ راست پروازیں معطل ہوگئیں۔ امریکہ نے ایران آنے اور وہاں سے جانے والے فضائی راستوں کو بند کرنے اور مجموعی طور پر ملک کی رسائی محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگست میں امریکی انتظامیہ نے ایران پر دباؤ بڑھانے کے لیے آپریشن اکنامک آؤٹ کاسٹ XX کا اعلان کیا تھا، جس کا مقصد ایرانی معیشت کے ان چند باقی ماندہ شعبوں کو نشانہ بنانا تھا جو اب بھی عالمی معیشت سے منسلک ہیں۔ اس مہم کے تحت امریکہ نے ایران میں کام کرنے والی 27 فضائی کمپنیوں پر پابندیاں عائد کیں۔ ایرانی فضائی کمپنیوں کے ساتھ کام کرنے والے ہوائی اڈوں، ایندھن فراہم کرنے والوں، زمینی خدمات انجام دینے والے اداروں اور دیگر غیر ملکی کمپنیوں کو بھی ثانوی پابندیوں کی دھمکی دی گئی، جن کے نتیجے میں ان کی امریکی مالیاتی نظام تک رسائی منقطع ہوسکتی ہے۔ نئی پابندیوں کے اثرات پہلی بار 24 ستمبر کو اس وقت سامنے آئے جب تہران سے دوشنبے جانے والی ایک ایرانی پرواز کو ترکمانستان کی فضائی حدود میں داخلے کی اجازت نہ ملنے کے بعد دورانِ سفر واپس تہران لوٹنا پڑا۔ متحدہ عرب امارات، آذربائیجان اور جارجیا نے بھی ایرانی پروازوں کے لیے اپنی خدمات معطل کردیں۔ ایران اور مسقط نیز بغداد کے درمیان پروازیں روک دی گئیں، جبکہ ایران سے پڑوسی ملک ترکی جانے والی متعدد پروازیں منسوخ ہوگئیں۔ ستمبر کے اواخر میں عراق کے شہر نجف، جو شیعہ زائرین کی ایک اہم زیارت گاہ ہے، کے لیے پروازیں بھی مختصر مدت کے لیے متاثر ہوئیں۔ یہ تمام صورتِ حال امریکہ اور اسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ کے پس منظر میں سامنے آئی ہے، جس سے پہلے ہی ملک کے بین الاقوامی فضائی رابطوں میں بڑے پیمانے پر خلل پڑ چکا ہے۔ زیادہ تر بین الاقوامی فضائی کمپنیوں نے اب تک ایران کے لیے اپنی خدمات بحال نہیں کی ہیں۔ تازہ امریکی اقدامات کے باوجود چین اور روس سمیت بعض ممالک کے لیے پروازیں جاری ہیں، تاہم معطل شدہ فضائی راستوں کو بحال کرنے کے لیے دیگر حکومتوں کے ساتھ مذاکرات درکار ہوں گے۔ نئی فضائی پابندیاں نافذ ہونے کے تین ہفتے سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی ماسکو، نجف، استنبول، یریوان اور چین کے شہر گوانگ ژو سمیت کئی مقامات کے لیے پروازیں جاری ہیں، لیکن ایران کا بین الاقوامی فضائی نیٹ ورک بدستور شدید طور پر محدود ہے۔ اس صورتِ حال نے ایران آنے اور وہاں سے بیرونِ ملک جانے والے دونوں طرح کے مسافروں کے لیے مشکلات پیدا کردی ہیں۔

امریکی ریاست الینوائے میں رہنے والے 43 سالہ امیر نے اپنی بیمار والدہ کو ایران لے جانے کی کوشش میں پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا، XX میری والدہ امریکہ میں رہتی ہیں، لیکن ان کے طبی ریکارڈ ایران میں موجود ہیں۔ جنگ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات کی وجہ سے کئی ماہ سے ان کی طبی ملاقاتیں ملتوی ہورہی ہیں۔ امیر نے بتایا کہ چند ہفتے قبل انہوں نے نسبتاً پُرسکون صورتِ حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے والدہ کو علاج کے لیے ایران لے جانے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اسی دوران نئی پابندیوں کا اعلان ہوگیا، جس سے ایران کے لیے پروازیں عملاً متاثر ہوئیں۔ انہوں نے کہا، اب ایران پہنچنے کے لیے ہمیں استنبول جانا پڑتا ہے اور وہاں کئی گھنٹے، بلکہ بعض اوقات کئی دن تک انتظار کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ایران جانے والی اگلی پرواز کی دستیابی کا انحصار وقت پر ہے۔XX امیر کے مطابق، بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے بیرونِ ملک رہتے ہوئے ایرانی فضائی کمپنیوں کے ٹکٹ خریدنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا ایک بیمار خاتون کے لیے، جو اکیلے سفر کررہی ہو، یہ سفر انتہائی ذہنی دباؤ کا باعث ہے۔ یہ سراسر ناانصافی ہے۔ ان پابندیوں نے ایران کے اندرونی سفری شعبے کو بھی نمایاں طور پر متاثر کیا ہے۔

روس نے ٹرمپ کی توانائی جنگ بندی کا احترام نہیں کیا، یورپی یونین

ماسکو پر دباؤ بڑھانے اور پابندیوں کا 22 واں پیکیج لانے کی تیاری

بروسلز، 16 اکتوبر (یو این آئی) یورپی کمیشن کی صدر ارسولا وان ڈیر لیین نے جمعہ کو روس پر امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے اعلان کردہ توانائی کے شعبے میں جنگ بندی کی خلاف ورزی کا الزام عائد کرتے ہوئے ماسکو پر دباؤ بڑھانے کی اپیل کی۔ اس دوران یورپی یونین پابندیوں کے نئے پیکیج کی تیاری کر رہی ہے۔ بروسلز میں یورپی یونین کے رہنماؤں کے سربراہ اجلاس کے دوسرے دن سے قبل صحافیوں سے بات کرتے ہوئے وان ڈیر لیین نے کہا، XX ہم نے صدر ٹرمپ کی توانائی جنگ بندی کی حمایت کی تھی، لیکن ہم نے دیکھا کہ روس نے ایک منٹ کے لیے بھی اس کا احترام نہیں کیا۔ اس کے برعکس روس نے کشیدگی بڑھائی، اس لیے ہمیں اس پر دباؤ میں اضافہ کرنا ہوگا۔XX ٹرمپ نے کہا تھا کہ روس اور یوکرین ایک دوسرے کے توانائی کے بنیادی ڈھانچے پر حملے فوری طور پر روکنے پر متفق ہوگئے ہیں۔ وان ڈیر لیین نے کہا کہ یورپی یونین روس کے خلاف پابندیوں کے 22 ویں پیکیج پر تیزی سے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ جب تک ماسکو جنگ ختم نہیں کرتا، پابندیوں میں نرمی نہیں کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ یورپی یونین کے رہنما موسم سرما کے لیے یوکرین کی تیاریوں اور 2026 اور 2027 کے لیے اس کی مالی، بجٹ سے متعلق اور فوجی ضروریات پر بھی تبادلۂ خیال کریں گے۔ یورپی کونسل کے صدر انتونیو کوسٹا نے کیف کی حمایت کے لیے یورپی یونین کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ یوکرین کے لیے اس کی حمایت پہلے کی طرح مضبوط ہے۔ کوسٹا نے کہا، XX یہ یوکرین کی حمایت سے دستبردار ہونے کا وقت نہیں ہے۔ یہ روس پر عائد پابندیاں نرم کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اب اپنی حمایت بڑھانے اور روس پر دباؤ میں اضافہ کرنے کا وقت ہے۔XX انہوں نے مزید کہا کہ روس کو حقیقی جنگ بندی قبول کرنے، مذاکرات شروع کرنے اور جنگ ختم کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے دباؤ ضروری ہے۔ یورپی یونین کی خارجہ پالیسی کی سربراہ کاجا کالاس نے بھی واشنگٹن سے ماسکو پر دباؤ بڑھانے کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ ایسے کوئی آثار نہیں ہیں کہ روس جنگ بندی پر آمادہ ہے یا امن عمل میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے۔ کالاس نے کہا، XX ہم روس پر دباؤ ڈالنے کے لیے پابندیوں کے نئے پیکیج پر کام کر رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اس معاملے میں دنیا بھر کے اپنے تمام شراکت داروں کے ساتھ مل کر آگے بڑھیں گے۔XX انہوں نے کہا کہ یورپی یونین اپنے امریکی شراکت داروں کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ جنگ ختم کرنے اور مستقبل میں تنازعات کی روک تھام کے لیے روس پر مزید دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔ کالاس نے بتایا کہ انہوں نے اور یورپی یونین کے وزرائے خارجہ نے یورپی سلامتی سے متعلق خدشات اور مطالبات کی ایک فہرست تیار کی ہے، جسے کسی بھی مذاکرات کے دوران ماسکو کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ روس کے مطالبات کو اس کے بدلے میں رعایتیں حاصل کیے بغیر تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے واشنگٹن کے ساتھ تال میل میں درپیش مشکلات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت امریکی اتحادیوں کے ساتھ تعاون کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ یوکرین کے اسٹارلنک سیٹلائٹ مواصلاتی نظام پر انحصار کے حوالے سے کالاس نے کہا کہ یہ نظام کیف کے لیے بدستور انتہائی اہم ہے اور یورپ مختصر مدت میں اس کی صلاحیتوں کا متبادل فراہم نہیں کرسکتا۔ یورپی یونین کے رہنما دفاعی تیاریوں پر بھی تبادلۂ خیال کریں گے، جس میں اہم فوجی صلاحیتوں اور یورپی دفاعی ایجنسی کی نشاندہی کردہ صنعتی پیداواری خامیوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

ترکیہ کی اسرائیل کی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزیوں پر بین الاقوامی کارروائی کی اپیل

انقرہ، 16 اکتوبر (یو این آئی) ترک پارلیمانی اسپیکر نعمان قرتولمش نے کہا ہے کہ دنیا اسرائیل کی عالمی قانون کی مسلسل خلاف ورزیوں کے سامنے خاموش نہیں رہ سکی۔ روم میں اسپیکرانِ اسمبلی کے اجلاس سے خطاب میں قرتلمش نے کہا، "ہم عدم سزا کو کسی بھی صورت قبول نہیں کر سکتے۔" انہوں نے بین الاقوامی برادری پر زور دیا کہ وہ بین الاقوامی قانون کی پاسداری کو یقینی بنانے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ قواعد پر مبنی بین الاقوامی نظام کا زوال غزہ میں برسوں پر محیط انسانی المیے اور نسل کشی میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ قرتولمش نے کہا کہ "ہم اب غزہ اور وسیع خطے میں جاری انسانی المیے اور فلسطینی عوام کے خلاف اسرائیلی حکومت کی واضح انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور انسانیت کے خلاف جرائم پر نظر بند نہیں رکھ سکتے۔" انہوں نے مزید کہا کہ "یہ محض ایک سیاسی سوال نہیں بلکہ انسانیت کے مشترکہ ضمیر کے لیے بھی ایک امتحان ہے۔ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ اسرائیلی جارحیت صرف غزہ تک محدود نہیں، قرتولمش نے کہا: "مغربی کنارے میں تباہی، بے دخلی اور آبادکاروں کا تشدد جاری ہے اور اسرائیل شام اور لبنان سمیت خطے کے ممالک کی ارضی سالمیت اور خود مختاری کو بھی خطرے میں ڈال رہا ہے۔" انہوں نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ پارلیمان آگے آئیں اور غزہ کے عوام کی مصیبت کو فوری طور پر ختم کرنے اور بین الاقوامی انسانی قانون کی خلاف ورزیوں کو روکنے میں فعال کردار ادا کریں۔ آیئے غزہ کے لوگوں کی تکالیف کے فوری خاتمے اور بین الاقوامی انسانی قانون کی خلاف ورزیوں کو بند کرنے میں فعال کردار ادا کریں۔ انہوں نے کہا "ہمیں یقین ہے کہ قومی اسمبلیوں کی مربوط کارروائی بین الاقوامی قانون کے نفاذ کے لیے بین الاقوامی کوششوں کو مضبوط کرسکتی ہے اور مسلسل خلاف ورزیوں کا مقابلہ کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔" قرتولمش کے مطابق موجودہ بین الاقوامی نظام نے خود کو تنازعات اور جنگوں کو روکنے کی صلاحیت سے عاجز ثابت کیا ہے، حتیٰ کہ یورپ کے قریبی علاقوں میں بھی۔

ملائیشیا کا میانمار کو آسیان میں دوبارہ شامل کرنے کا وعدہ

فوجی رہنما کے دورے میں پناہ گزینوں کی وطن واپسی پر اتفاق

یانگون (میانمار)، 16 اکتوبر (یو این آئی) جب ملائیشیا نے ستمبر میں میانمار کے فوجی بغاوت کے رہنما سے صدر بننے والے من آنگ ہلائینگ کو دورے کی دعوت دی تو اس نے اصرار کیا کہ اس کا مطلب میانمار کی حکومت کو تسلیم کرنا نہیں ہے۔ ایک عہدیدار کے مطابق، اس دورے کا مقصد ملائیشیا میں میانمار کے پناہ گزینوں اور تارکین وطن کا دیرینہ مسئلہ حل کرنا تھا۔ لیکن جب من آنگ ہلائینگ گزشتہ ہفتے کوالالمپور پہنچے تو 2021 میں اقتدار پر قبضے کے ذریعے تباہ کن خانہ جنگی شروع کرنے والے سابق جنرل کا سرخ قالین بچھا کر استقبال کیا گیا اور انہیں گارڈ آف آنر بھی پیش کیا گیا۔ جمعرات کو سرکاری ظہرانے کے بعد ملائیشیا کے وزیر اعظم انور ابراہیم نے کہا کہ میانمار اپنے شہریوں کو واپس لینے کے لیے تیار ہے اور اس کے اخراجات بھی خود برداشت کرے گا۔ ایسے ملک میں یہ پیش کش خاصی اہمیت رکھتی ہے جہاں پناہ گزینوں کے خلاف جذبات بڑھ رہے ہیں۔ ملائیشیا میں میانمار کے تقریباً ایک لاکھ 93 ہزار شہری مقیم ہیں، جن میں زیادہ تر مظلوم روہنگیا مسلم اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ من آنگ ہلائینگ نے کہا موسم سازگار ہونے کے باعث میں انہیں وطن واپس بھیجنے کے لیے بحریہ کے جہاز روانہ کروں گا۔ زہینہ رشید کے مطابق دوسری جانب انور ابراہیم نے میانمار کو جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کی تنظیم (آسیان) میں دوبارہ شامل کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ اس 11 رکنی علاقائی تنظیم نے امن منصوبے پر عمل نہ کرنے کے باعث من آنگ ہلائینگ کو اعلیٰ سطح کے اجلاسوں میں شرکت سے روک رکھا ہے۔ ملائیشیا اس منصوبے کا نمایاں حامی رہا ہے، جسے پانچ نکاتی اتفاق رائے کہا جاتا ہے۔ اس میں تشدد کے خاتمے اور متحارب فریقوں کے درمیان تعمیری مذاکرات پر زور دیا گیا ہے۔ نگرانی کرنے والے اداروں کے مطابق میانمار میں خانہ جنگی پانچویں سال میں داخل ہوچکی ہے، جس میں ایک لاکھ تک افراد ہلاک اور کم ازکم 35 لاکھ بے گھر ہو چکے ہیں۔ انور ابراہیم نے صحافیوں سے کہا ملائیشیا ہر ممکن کوشش کرے گا کہ میانمار کو بالآخر، بلا امتیاز، اقوام کی برادری اور بالخصوص آسیان میں دوبارہ شامل کیا جائے۔ ملائیشیا اپریل میں صدر بننے کے بعد سے من آنگ ہلائینگ کی میزبانی کرنے والا آسیان کا پانچواں ملک ہے۔ میانمار میں دسمبر اور جنوری کے دوران انتخابات ہوئے تھے، جن میں بڑی اپوزیشن جماعتوں کو حصہ لینے سے روک دیا گیا تھا۔ حالیہ مہینوں میں وہ تھائی لینڈ، ویتنام، کمبوڈیا اور لاؤس کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔ ملائیشیا سے واپسی کے بعد ان کے ترجمان نے کہا کہ انڈونیشیا اور برونائی اگلے ممکنہ میزبان ممالک ہو سکتے ہیں۔ کوالالمپور میں یونیورسٹی آف ناٹنگھم کے ایشیا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی اعزازی ریسرچ ایسوسی ایٹ برجٹ ویلش نے کہا من آنگ ہلائینگ کے معاملے میں ملائیشیا کے مؤقف کی تبدیلی نے فوجی جنتا کی مخالفت کے بند باندھنے والے آخری حصے کو بھی توڑ دیا ہے۔ ان کے مطابق، انسانیت کے خلاف جرائم کے الزامات کے باوجود من آنگ ہلائینگ کا خیر مقدم کرنے والے علاقائی رہنما انسانی حقوق پر عملی مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، یہ آسیان اور میانمار، دونوں کے لیے پسپائی ہے۔ اس سے میانمار کے بحران کے حل کی کوئی ٹھوس راہ نہیں نکلتی، بلکہ فوج کو بین الاقوامی سطح پر جواز فراہم کر کے صورت حال مزید خراب ہونے کا خدشہ ہے۔

کانگریس تشدد کے ذریعے طاقت بدلنے کا ماڈل اپنانا چاہتی ہے

کانگریس کی تحریک چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار یا ایس آئی آر کے خلاف نہیں ہے، بلکہ جمہوری اداروں کو کمزور کرنے کی کوشش ہے: راجناتھ

لکھنؤ (یو این آئی) وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے جمعہ کو کانگریس پر سخت حملہ کرتے ہوئے الزام لگایا کہ پارٹی چیف الیکشن کمشنر (سی ای سی) گیانیش کمار کے خلاف مظاہروں کے ذریعے ملک میں عدم استحکام پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور خصوصی نظر ثانی کے معاملے پر۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس کا احتجاج صرف الیکشن کمیشن یا ووٹر لسٹ پر نظر ثانی کے خلاف نہیں بلکہ اس کا مقصد جمہوری نظام کو کمزور کرنا اور حکومت کو اقتدار سے ہٹانا ہے۔ لکھنؤ میں ایک پریس کانفرنس میں راج ناتھ سنگھ نے الزام لگایا کہ کانگریس پارٹی حکومت کی تبدیلی کے حصول کے لیے تشدد کا سہارا لینے کے بنگلہ دیش ماڈل کو اپنانا چاہتی ہے۔ کانگریس کی تحریک چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار یا ایس آئی آر کے خلاف نہیں ہے، بلکہ جمہوری اداروں کو کمزور کرنے کی کوشش ہے۔ وزیر دفاع نے یہ بھی الزام لگایا کہ کانگریس پارٹی اقتدار میں رہتے ہوئے الیکشن کمیشن کو اپنے زیر اثر استعمال کر رہی ہے۔ سال 1993 کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانگریس پارٹی نے الیکشن کمیشن میں راتوں رات تبدیلیاں کی ہیں۔ اس وقت کے چیف الیکشن کمشنر نے صدر کو خط لکھ کر نوین چاولہ کو ہٹانے کی سفارش کی تھی۔ اس کے باوجود، چاؤلہ کو بعد میں کانگریس حکومت کے دور میں چیف الیکشن کمشنر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ راجناتھ سنگھ نے کہا کہ 1993 سے پہلے ووٹر کی شناخت کے لیے ووٹر شناختی کارڈ کا نظام نہیں تھا۔ ان کے مطابق ووٹر شناختی کارڈ لاگو ہونے کے بعد کانگریس اپنے طور پر مرکز میں حکومت بنانے میں ناکام رہی۔ انہوں نے کانگریس پر انتخابی اداروں میں سیاسی مداخلت کا الزام لگانے کے لیے ان مثالوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آج وہی پارٹی الیکشن کمیشن کی آزادی پر سوال اٹھا رہی ہے۔ وزیر دفاع نے کہا کہ کانگریس کی موجودہ اپوزیشن اسپیشل انٹینسیو ریویو (SIR) اور چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کے خلاف دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کے پیچھے ایک وسیع تر سیاسی مقصد ہے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ کانگریس آزادانہ طور پر کام کرنے والے آئینی اداروں کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت میں اپوزیشن کو حکومتی پالیسیوں کی مخالفت کا حق حاصل ہے لیکن کسی کو تشدد کا سہارا لینے کا حق نہیں ہے۔ راجناتھ سنگھ نے لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر اور کانگریس کے رکن پارلیمنٹ راہل گاندھی کو بھی نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ راہل گاندھی کو سمجھنا چاہئے کہ جمہوریت کسی کو تشدد کا حق نہیں دیتی۔ وزیر دفاع نے راہول گاندھی کی سیاست کو خرابی کی سیاست قرار دیتے ہوئے الزام لگایا کہ کانگریس پارٹی مسلسل مسائل کو سیاسی تنازعات میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہے جس سے جمہوری اداروں کے کام کاج پر اثر پڑتا ہے۔ تاہم، کانگریس پارٹی نے مسلسل SIR اور الیکشن کمیشن کی مخالفت کو جمہوری حقوق اور انتخابی عمل میں شفافیت کا معاملہ قرار دیا ہے۔ راج ناتھ سنگھ کے الزامات پر کانگریس پارٹی کا ردعمل اس سیاسی تنازعہ کو مزید واضح کرسکتا ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ نے راہل گاندھی کے سکھوں کے بارے میں ان کے ریمارکس کے خلاف کیس کا فیصلہ محفوظ کرلیا

پریاگ راج، 16 اکتوبر (یو این آئی) الہ آباد ہائی کورٹ نے سکھ برادری کے بارے میں متنازعہ ریمارکس پر کانگریس رکن پارلیمنٹ راہل گاندھی کے خلاف دائر درخواست پر سماعت مکمل کرنے کے بعد جمعہ کو اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔

جسٹس وکرم ڈی چوہان کی سنگل بنچ کے سامنے دونوں فریقوں نے تقریباً دو گھنٹے تک دلائل پیش کئے۔ درخواست گزار ناگیشور مشرا اور دیگر کی طرف سے ایڈوکیٹ ستیندر کمار ترپاٹھی نے کیس پیش کیا، جب کہ ریاستی حکومت کی طرف سے ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل منیش گوئل نے بحث کی۔

درخواست انڈین نیشنل سیکیورٹی کوڈ (BNSS) کی دفعہ 528 کے تحت دائر کی گئی تھی۔ اس میں راہل گاندھی کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ وارانسی عدالت سے راحت حاصل کرنے میں ناکامی کے بعد عرضی گزاروں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ یہ کیس ستمبر 2024 میں اپنے دورہ امریکہ کے دوران راہل گاندھی کے ایک بیان سے متعلق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں سکھ برادری میں اس بات پر تشویش پائی جاتی ہے کہ آیا انہیں پگڑی اور کڑا پہننے اور گردواروں میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ انہوں نے اس تشویش کو تمام مذاہب کی تشویش قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں تمام برادریوں، زبانوں اور روایات کا احترام کیا جانا چاہیے۔

انہوں نے راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) پر ہندوستان کے تنوع کو نہ سمجھنے کا بھی الزام لگایا۔ وارانسی کے رہنے والے ناگیشور مشرا نے سارناتھ پولیس اسٹیشن میں شکایت درج کراتے ہوئے راہل گاندھی کے بیان کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کی مانگ کی ہے۔ ایف آئی آر درج نہ ہونے پر انہوں نے عدالت میں درخواست دائر کی۔ مجسٹریٹ (دوسرے) نے 28 نومبر 2024 کو یہ کہتے ہوئے درخواست خارج کردی کہ یہ معاملہ امریکہ میں دی گئی تقریر سے متعلق ہے اور یہ ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

اس کے بعد ناگیشور مشرا نے ایم پی-ایم ایل اے کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دائر کی، جسے 21 جولائی 2025 کو قبول کرلیا گیا۔ راہل گاندھی نے اس کے خلاف ہائی کورٹ میں عرضی دائر کی، جسے بھی خارج کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ معاملہ وارانسی کی ACJM IV عدالت میں پہنچا۔ اے سی جے ایم نیرج ترپاٹھی نے دوبارہ درخواست کو اس بنیاد پر خارج کردیا کہ واقعہ کی تاریخ اور وقت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد درخواست گزار نے اے ڈی جے وی کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دائر کی۔ 25 اگست کو راہل گاندھی نے ایم پی-ایم ایل اے کورٹ میں تحریری جواب داخل کرتے ہوئے اس درخواست کو سیاسی طور پر محرک قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے خلاف فوجداری کارروائی شروع کرنے کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے۔

غزل، نظم اور انسانیت کے پیغام سے سجی ایک شام گاندھی، سرسید اور شاستری کے نام

لکھنؤ۔ 16 اکتوبر مولانا آزاد میموریل اکادمی، لکھنؤ میں گاندھی پکھواڑے کے تحت ''ایک شام گاندھی، سرسید اور شاستری کے نام'' کے عنوان سے مشاعرے اور کوی سمّیلن کا انعقاد کیا گیا۔ اکادمی کے لائبریری ہال میں منعقدہ پروگرام کی صدارت معروف بزرگ شاعر بدر گورکھپوری نے کی، جبکہ بزرگ شاعر وشواس لکھنوی مہمانِ خصوصی تھے۔ پروگرام میں ڈاکٹر سمن سربھی، پروفیسر منی رام سنگھ بھارتیہ، نوین شکلا ''نوین'' اور ڈاکٹر منصور حسن خان نے اپنا کلام پیش کیا۔ شعراء اور کوی صاحبان نے اپنی تخلیقات کے ذریعے محبت، انسانیت، سماجی ذمہ داری، قومی یکجہتی اور مثبت تبدیلی کا پیغام دیا۔ اکادمی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبدالقدوس ہاشمی نے استقبالیہ خطاب میں کہا کہ سرسید احمد خان نے جدید تعلیم اور سائنسی نقطۂ نظر کو فروغ دیا، مہاتما گاندھی نے سچائی، عدم تشدد اور سماجی ہم آہنگی کا پیغام دیا، جبکہ لال بہادر شاستری نے سادگی، دیانت داری اور قومی خدمت کی مثال قائم کی۔ انہوں نے کہا کہ ادب اور شاعری ان اقدار کو عوام تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ اردو مشاعرے اور ہندی کوی سمّیلن مشترکہ تہذیب، قومی یکجہتی اور انسانی احساسات کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سمن سربھی نے زندگی کے نشیب و فراز اور یادوں کو حساس انداز میں پیش کرتے ہوئے کہا:

''دل میں اُٹھتی ان لہروں کے کتنے ہی افسانے ہیں،
مٹھی بھر مسکانیں ہیں اور درد کہیں انجانے ہیں۔''

پروفیسر منی رام سنگھ بھارتیہ نے تبدیلی کی ضرورت اور اظہارِ خیال کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا:

''منزل پر آکر رکنا مجھے منظور نہیں،
میں یہیں کا نہیں ہوں، اب چلنا چاہیے۔
مدت سے بند کھڑکیاں اب کھلنی چاہئیں،
سننا تو فرض ہے، کبھی کہنا بھی چاہیے۔''

نوین شکلا ''نوین'' نے انسانیت کو مذہبی ظاہرداری سے بالاتر قرار دیتے ہوئے کہا:

''لی پڑوسی کی جان بے مقصد،
تیرے مذہب کا گیان بے مقصد،
آدمیت کا درد ہو دل میں،
سجدوں کے یہ نشان بھی بے مقصد۔''

معروف شاعر بدر گورکھپوری نے اپنے کلام میں وقت کے تضادات اور آزادیٔ اظہار کے مسائل کو موضوع بنایا:

''سورج کی شاہ پر ہونے لگا روشنی کا قتل،
اب جگنو کو شمع سے ڈر جانا چاہیے۔''

ڈاکٹر منصور حسن خان نے انسانیت اور خدمت کو عبادت کی اصل روح قرار دیتے ہوئے کہا:

''اصل میں اصل عبادت ہے وہی پیشِ خدا،
ڈوبتے کی جان بچائی جائے سجدہ چھوڑ کے۔''

مہمانِ خصوصی وشواس لکھنوی نے بھی اپنے کلام سے سامعین کو متاثر کیا۔ انہوں نے کہا:

''بہت دن بعد لائی خوش نما پل زندگی ہے،
اب یہ سر، کندھے سے اپنے کل ہٹانا، آج رہنے دو۔''

گورکھپور کے وکاس بھون کے دفاتر میں گڑبڑ دیکھ کر ڈویژنل کمشنر کی سختی

ایک ہفتے میں نظام کو بہتر کرنے کا الٹی میٹم

گورکھپور، 16 اکتوبر (یو این آئی) اتر پردیش کے گورکھپور کے ڈویژنل کمشنر وکرم سنگھ نے گورکھپور کے وکاس بھون کے دفاتر میں پائی جانے والی گندگی اور صفائی کی کمی کو لے کر سخت موقف اختیار کیا ہے۔

اپنے اچانک معائنہ کے دوران دفاتر میں بے قاعدگیوں کا انکشاف ہونے پر انہوں نے متعلقہ افسران اور آفس انچارجز کو فوری طور پر صفائی کے نظام کو بہتر بنانے کی ہدایت کی۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ دفاتر میں صفائی ستھرائی کو یقینی بنانا متعلقہ افسران کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ ڈویژنل کمشنر نے ڈپٹی کمشنر آف پولیس (ڈی پی آر او)، ڈسٹرکٹ سپلائی آفیسر (ڈی ایس او) اور متعلقہ دفتر کے انچارجوں کو ایک ہفتے کے اندر اندر صورتحال کو بہتر بنانے کی ہدایت کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک ہفتے میں دوبارہ معائنہ کے لیے واپس آئیں گے۔ اس وقت دفاتر کو کسی بھی قسم کی بے ترتیبی سے پاک ہونا چاہیے۔ ڈویژنل کمشنر کے اچانک معائنہ میں وکاس بھون کے دفاتر میں صفائی ستھرائی اور آپریشنل طریقہ کار کے تعلق سے عہدیداروں اور ملازمین کی جوابدہی کے مسئلہ کو اجاگر کیا۔ لوگوں کی بڑی تعداد روزانہ اپنے کام کاج اور مسائل کے حل کے لیے سرکاری دفاتر کا رخ کرتی ہے۔ اس دلیے ضروری ہے کہ دفاتر صاف ستھرا رہیں اور عوام کو بہتر ماحول فراہم کریں۔ ڈویژنل کمشنر نے متعلقہ عہدیداروں کو ہدایت دی کہ وہ دفتری صفائی کو نہ صرف معائنہ کے دوران یقینی بنائیں۔ احاطے اور کام کی جگہوں پر صفائی کو برقرار رکھنے کے لیے ذمہ داری تفویض کی جانی چاہیے، تاکہ بعد کے معائنہ کے دوران ایسی ہی صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ معائنہ کے دوران ڈویژنل کمشنر نے عوامی مسائل کے حل میں حساسیت اور جلد بازی کی اہمیت پر بھی زور دیا۔

انہوں نے ڈی ایس او آفس میں ایک ایسی خاتون کے آیوشمان کارڈ کے مسئلے کا جائزہ لیا جو پہلے اپنے مسئلے کے ساتھ ڈویژنل کمشنر کے دفتر سے رجوع ہوئی تھی۔ خاتون کو آیوشمان کارڈ فراہم کرنے کی ہدایات پہلے ہی دی گئی تھیں۔ ان ہدایات کی تعمیل میں، ڈسٹرکٹ سپلائی آفیسر کے دفتر نے کارڈ جاری کرنے کے تمام رسمی طریقہ کار کو مکمل کیا۔ اس کے بعد ڈویژنل کمشنر نے خاتون کو آیوشمان کارڈ حوالے کیا۔ اس واقعے کے ذریعے ڈویژنل کمشنر نے یہ پیغام دیا کہ ضرورت مندوں کے مسائل کا حل صرف ہدایات جاری کرنے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ نتائج متعلقہ افراد تک پہنچیں۔ افسران کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ شکایات والے لوگوں کو دفاتر کے غیر ضروری چکر نہ لگانے پڑیں اور اہل افراد کو سرکاری اسکیموں کے فوائد بروقت ملیں۔ سوشل ویلفیئر آفیسر کے دفتر کے اپنے معائنے کے دوران ڈویژنل کمشنر نے اسکالرشپ حاصل کرنے والی طالبات کے کیسز کو سنجیدگی سے لیا اور ہدایت کی کہ اہل طالبات کے لیے فی الفور اسکالرشپس کی منظوری دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اسکالرشپ طلباء کی تعلیم سے متعلق ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایسے معاملات میں غیر ضروری تاخیر طالبات کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔ لہٰذا متعلقہ عہدیداروں کو چاہئے کہ وہ اہلیت کی بنیاد پر زیر التوا مقدمات کا جائزہ لیں اور ضروری طریقہ کار کو تیزی سے مکمل کریں۔ طالبات کو اپنے کام کے لیے بار بار دفتر آنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ڈویژنل کمشنر نے دفاتر میں ملازمین کو بھی ہدایت کی کہ وہ اپنے فرائض ایمانداری اور ذمہ داری سے ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری دفتر میں آنے والا ہر آنے والا احترام کے ساتھ برتاؤ اور بروقت کارروائی کا مستحق ہے۔

سنت کبیر نگر میں ڈی سی ایم سے ٹکر میں بائک سوار ہلاک

سنت کبیر نگر، 16 اکتوبر (یو این آئی) اتر پردیش کے سنت کبیر نگر ضلع کے دودھرا تھانہ علاقے میں جمعہ کی دوپہر ایک منی ٹرک کی زد میں آ کر ایک بائک سوار کی موت ہوگئی۔ پولیس نے بتایا کہ بائک سوار مختار حسین (50) اس وقت شدید طور پر زخمی ہوگیا جب اسے سمریاون-دودھرا روڈ پر باغ نگر چوکی کے تحت کٹھینیا پل کے قریب ڈی سی ایم نے ٹکر ماردی۔ خلیل آباد کے قریب گورکھپور میڈیکل کالج لے جاتے ہوئے راستے میں اس کی موت ہوگئی۔ انہوں نے بتایا کہ مختار حسین اپنی موٹر سائیکل پر سوار تھے کہ پیچھے سے آنے والے ڈی سی ایم ٹرک نے اسے ٹکر ماردی۔ ٹرک بھینسوں کو لے کر کانپور جا رہا تھا۔ حادثے کے بعد باغ نگر پولس تھانہ جائے وقوعہ پر پہنچی اور زخمی مختار حسین (ساکن سونہاٹی، پرانی بستی) کو ایمبولینس کے ذریعے اوپیک اسپتال، کالی، بستی بھیج دیا۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد اسے گورکھپور میڈیکل کالج ریفر کر دیا گیا۔ ڈی سی ایم ٹرک ڈرائیور کی شناخت سونو کمار ولد منوج کمار ساکن چوبے پور، کانپور کے طور پر کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس نے ڈی سی ایم ٹرک اور ڈرائیور سونو کمار کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اہل خانہ کی جانب سے شکایت موصول ہونے پر مزید قانونی کارروائی کی جائے گی۔

اعظم گڑھ میں دو الگ الگ انکاؤنٹر میں پانچ مجرم گرفتار

اعظم گڑھ، 16 اکتوبر (یو این آئی) اتر پردیش کے اعظم گڑھ ضلع میں دو مقامات پر پولیس مقابلوں میں بڑی کامیابیاں ملی ہیں۔ ضلع میں زیورات کی دکانوں کو نشانہ بنانے والے چوروں کے ایک بین ریاستی گینگ کے خلاف صبح سویرے تروان اور نظام آباد پولیس اسٹیشن علاقوں میں دو الگ الگ پولیس مقابلوں میں تین ملزمین زخمی اور دو دیگر کو گرفتار کیا گیا۔ پولیس نے تقریباً 24 لاکھ روپے مالیت کے 3.9 کلو چاندی کے زیورات، چار غیر قانونی پستول، کارتوس اور چوری میں استعمال ہونے والی نمبر پلیٹ کے بغیر ایک ارٹیگا کار برآمد کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپریشن کے نتیجے میں فریحہ اور کھاریہانی مارکیٹوں میں زیورات کی دکانوں پر چوری کی وارداتوں کا انکشاف ہوا ہے۔ پولیس کے مطابق تین ملزمان گولی لگنے سے زخمی ہوئے جنہیں طبی امداد کے لیے اسپتال منتقل کیا گیا۔ گرفتار ملزمان پر فریحہ اور کھاریہانی میں زیورات کی دکانوں پر چوری کی وارداتیں کرنے کا الزام ہے۔ پولیس کے مطابق 24/25 ستمبر کی رات نظام آباد پولیس تھانہ علاقہ کے فریحہ چوک میں واقع اوم جیولرس کے شٹر کو توڑ کر زیورات اور 60,000 روپئے کی نقدی چوری کر لی گئی۔ 9 اکتوبر کو تروان تھانہ علاقہ کے کھریانی بازار میں واقع وبھو جیولرس کے تالے توڑ کر سونے اور چاندی کے زیورات چوری کر لئے گئے تھے۔ پولیس ٹیمیں دونوں واقعات کے ملزمان کی تلاش میں تھیں۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ، ستی مانش پاریک نے آج بتایا کہ تروان پولیس کا جمعہ کی صبح کمہریا-کرتھیان کے قریب مجرموں کے ساتھ انکاؤنٹر ہوا۔ پولیس کے مطابق فائرنگ کے تبادلے میں رام ساگر بنسفور زخمی ہوگیا، جب کہ ننھی کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد پولیس ٹیم نے نظام آباد کے علاقے میں بغیر لائسنس پلیٹ کے سفید ارٹیگا کا تعاقب کیا اور بڑگاؤں نہر کے پل تک پہنچ گئی۔ پولیس کے مطابق گاڑی جھاڑیوں میں پھنسنے کے بعد ملزمان نے فائرنگ کی۔ جوابی فائرنگ میں سنیل اور راما شنکر زخمی ہوگئے، جب کہ انل کو گرفتار کرلیا گیا۔ پولیس نے ملزم سے تقریباً 3.9 کلوگرام چاندی کے زیورات برآمد کیے، جن کی مالیت 4.2 ملین روپے (تقریباً 4.2 ملین روپے) بتائی جاتی ہے۔ اس میں فریحہ کے اوم جیولرس سے تعلق رکھنے والے 76.6 کلوگرام اور کھاریہانی میں واقع وبھو جیولرس سے تعلق رکھنے والے 54.2 کلو گرام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ چار دیسی ساختہ پستول، تین خالی کارتوس، تین زندہ کارتوس، چار مس کارتوس، ایک ارٹیگا کار بغیر نمبر پلیٹ اور شٹر اور تالے توڑنے میں استعمال ہونے والے آلات بھی برآمد ہوئے ہیں۔ پولیس کے مطابق ابتدائی تفتیش کے دوران ملزمان نے زیورات کی دکانوں کی چھان بین کے لیے گروہ تشکیل دینے اور رات کے وقت شٹر اور تالے توڑ کر چوری کرنے کا اعتراف کیا۔ پولیس کا دعویٰ ہے کہ فریحہ سے چوری کیے گئے زیورات میں سے کچھ ارٹیگا کار خریدنے کے لیے استعمال کیے گئے تھے، جب کہ باقی زیورات بیچنے کے لیے لے جا رہے تھے۔

حفظ قرآن کی حفاظت اور بچوں کی تربیت بڑی ذمہ داری: عمار حسنی ندوی

لکھنؤ، 16 اکتوبر (پریس ریلیز): حفظ قرآن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے، لیکن قرآن کریم کو حفظ کرنے کے ساتھ اسے زندگی بھر یاد رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا بھی ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ بچوں کو بچپن ہی سے قرآن کریم یاد کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور ان کا سبق اس قدر پختہ کرانا چاہیے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائے، کیونکہ بچپن کا ذہن بہت خالی ہوتا ہے اور اس عمر میں سیکھی ہوئی باتیں دیرپا اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار ندوۃ العلماء کے ناظر عام مولانا سید محمد عمار عبدالعلی حسنی ندوی نے مدرسہ تعلیم القرآن مسجد پتھر کٹا، راجہ جی پورم، لکھنؤ میں منعقدہ تکمیل حفظ قرآن کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ یہ تقریب مولانا جمال احمد ندوی کے صاحبزادے خلیق الزماں کی تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر منعقد ہوئی۔ مولانا نے بچے کے والدین دادا، دادی اور اساتذہ کو مبارک باد پیش کی اور اس موقع پر موجود دیگر طلباء کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ مولانا نے بچوں کی اچھی تربیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اولاد کی پرورش بہترین انداز میں کی جائے اور انہیں حلال غذا کھلائی جائے۔ جب بچوں کی تربیت نیک بنیادوں پر ہوگی تو اس کے اچھے اثرات نہ صرف ان کی اپنی زندگیوں پر مرتب ہوں گے بلکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے مستفید ہوں گی۔

خاتون نے مٹی کے برتنوں کا استعمال کرتے ہوئے خودانحصاری کی کہانی بنائی

لکھنؤ اتر پردیش میں جھانسی ضلع کے چرگاؤں ترقیاتی بلاک کے اُجیان گاؤں کی رہنے والی 30 سالہ ممتا پرجاپتی، آج دیہی خواتین کے لیے خودانحصاری کی ایک متاثر کن مثال بن گئی ہے۔ ایک بار جب اپنے خاندان کی محدود آمدنی کو سہارا دینے کے بارے میں فکر مند تھی، ممتا نے نہ صرف خود امدادی گروپ میں شامل ہو کر اپنے لیے روزگار کے مواقع پیدا کیے، بلکہ روایتی مٹی کے برتنوں کو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ جوڑ کر اپنا ایک کاروبار بھی قائم کیا۔ آج، اس کی مٹی کے برتن بنانے کی یونٹ سے اسے اوسطاً 16000 ماہانہ اور تقریباً 2 لاکھ سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ مسز ممتا نے دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی ہے۔ شادی کے بعد اپنا زیادہ تر وقت گھریلو ذمہ داریوں میں گزارا۔ اس کے شوہر خاندان کی کفالت کے لیے یومیہ اجرت پر کام کرتے تھے۔ محدود آمدنی اور بڑھتے ہوئے گھریلو اخراجات کا سامنا کرتے ہوئے، ممتا نے محسوس کیا کہ اگر وہ اپنا کاروبار شروع کرتی ہے، تو وہ اپنے خاندان کی مالی حالت میں نمایاں بہتری لا سکتی ہے۔ اس سوچ نے اسے خودانحصاری کی طرف راغب کیا۔ مسز ممتا کی زندگی میں تبدیلی ان کے امرت متی سیلف ہیلپ گروپ میں شامل ہونے سے شروع ہوئی۔ گروپ میٹنگز میں باقاعدگی سے شرکت نے بچت، نظم و ضبط، اجتماعی کوشش اور مالی انتظام کے احساس کو فروغ دیا۔ سیلف ہیلپ گروپ سے ملنے والی ترغیب اور حمایت نے اس کے اعتماد کو بڑھایا اور اسے اپنا کاروبار شروع کرنے کی ہمت دی۔ سیلف ہیلپ گروپ کے تعاون سے، ممتا نے قرض حاصل کیا اور مٹی کے برتن بنانے کا یونٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ روایتی دستکاری کو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ جوڑ کر، اس نے ایک مشین کا استعمال کرتے ہوئے مٹی کے برتن اور کپ تیار کرنا شروع کیا۔ مشین کے استعمال سے پیداواری کارکردگی میں اضافہ ہوا اور دستی مشقت میں کمی آئی۔ آہستہ آہستہ، اس نے پیداواری عمل کو سمجھا، پروڈکٹ کے معیار پر توجہ مرکوز کی، اور اپنے کام کو مقامی مارکیٹ کی طلب کو پورا کرنے کے لیے ڈھال لیا۔ مسز ممتا کی کامیابی کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حالات کو اپنی ترقی میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ اپنے سیلف ہیلپ گروپ کے تعاون سے، تربیت کے ذریعے حاصل کردہ علم، اور اپنی محنت سے، اس نے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے اپنا کاروبار بنایا۔ آج، وہ فعال طور پر اپنے خاندان کی مالی ضروریات میں حصہ ڈالتی ہے اور اپنی مہارت کے ذریعے اپنے لیے ایک الگ شناخت بنا رہی ہے۔ ممتا اب اپنے کاروبار کو مزید وسعت دینے کا خواب دیکھتی ہے۔ وہ مستقبل میں پیداوار میں اضافہ کرنا، مارکیٹ میں بہتر روابط قائم کرنا اور دیگر دیہی خواتین کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنا چاہتی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ مناسب رہنمائی، تربیت، مالی مدد اور ریاستی حکومت کے خود انحصاری کے پروگراموں کے ذریعے فراہم کردہ مواقع سے خواتین اپنے گھروں اور گاؤں میں رہتے ہوئے خود انحصار بن سکتی ہیں۔

27 سالہ خاتون پنچایت معاون کومل کی لاش اس کے کمرے میں چارپائی پر ملی

سہارنپور: 16 اکتوبر (پی این ایس) اتر پردیش کے سہارنپور میں 27 سالہ خاتون پنچایت معاون کومل کی لاش اس کے کمرے میں چارپائی پر ملی۔ جمعہ کی صبح جب اس کا بھائی آشیش اسے جگانے گیا تو وہ بے ہوش پائی گئی۔ جب اس پر پانی چھڑکنے کے بعد بھی وہ نہیں اٹھی تو آشیش نے پولیس کو اطلاع دی۔ اہل خانہ کا الزام ہے کہ کومل کا گلا دبا کر قتل کیا گیا ہے۔ حالانکہ پولیس کا کہنا ہے کہ موت کی اصل وجہ پوسٹ مارٹم رپورٹ اور تفتیش کے بعد ہی واضح ہو سکے گی۔ یہ واقعہ ضلع ہیڈ کوارٹر سے تقریباً 25 کلومیٹر دور ناگل تھانہ علاقے میں واقع لکھنور گاؤں میں پیش آیا۔ اطلاع ملنے پر پولیس اور فرانزک ٹیم جائے وقوعہ پر پہنچ گئی۔ ٹیم نے جائے وقوعہ سے نمونے اکٹھے کر کے جانچ کے لیے بھجوا دیے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا۔ لکھنور گاؤں کے وریندر اور راجوتی دیوی اپنے کنبہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی بڑی بیٹی کومل کنٹریکٹ معاون خاتون پنچایت کے طور پر کام کرتی تھی۔ کنبہ میں دو بیٹے ہیں۔ کومل کی ماں راجوتی دیوی نے بتایا کہ جمعرات کی رات ان کی بیٹی نے کھانا کھایا اور پھر اپنے کمرے میں سو گئی۔ ایک بیٹا کام کے سلسلے میں باہر تھا جبکہ دوسرا آشیش گھر پر تھا۔ راجوتی دیوی کے مطابق گھر کے کام ختم کرنے کے بعد وہ اور اس کے شوہر معمول کے مطابق گھر کے سامنے صحن میں سونے چلے گئے۔ اس رات صرف کومل اور اس کا بھائی گھر کے اندر تھے۔ جمعہ کی صبح 8 بجے کے قریب چیخ و پکار سے بیدار ہوئی تو گھر بھاگی تو پولیس پہلے سے موجود تھی۔ کومل کی لاش کمرے میں چارپائی پر پڑی تھی۔ پوچھنے پر اسے اپنی بیٹی کی موت اور قتل کرنے کا علم ہوا۔ بھائی نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس اسٹیشن میں اس سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ گھر والوں کے مطابق جمعہ کی صبح اس کا بھائی آشیش اسے جگانے کے لیے کومل کے کمرے میں گیا۔ جب وہ بار بار کوشش کے باوجود نہ اٹھی تو اس نے پولیس کو اطلاع دی۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ اس کی بہن کو گھر میں قتل کیا گیا ہے۔ ماں راجوتی دیوی نے بتایا کہ جب اس نے آشیش کو پکارا تو اسے غائب پایا۔ بعد میں اسے معلوم ہوا کہ پولیس نے اسے تھانے میں حراست میں لے لیا ہے۔ وہ اس سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ حکام نے ابھی تک اسے ملزم قرار نہیں دیا ہے۔ ماں بیٹی کی موت پر بے قرار ہے۔ اس نے اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرا گھر تباہ ہو گیا ہے کون میرے گھر کو دوبارہ تعمیر کرے گا۔ ایس پی رورل مینک پاٹھک نے بتایا کہ جمعہ کی صبح گھر میں ایک نوجوان خاتون کی لاش ملنے کی اطلاع ملی۔ پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر اہل خانہ سے واقعہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ اہل خانہ نے گلا دبانے کا الزام لگایا ہے۔ جائے وقوعہ سے نمونے لے کر جانچ کے لیے بھیج دیے گئے ہیں۔

جالون میں گاؤں والوں نے لاش کو سڑک پر رکھ کر کیا احتجاج

آخری رسومات کے لیے راستہ نہ ملنے پر تھے ناراض

جالون: 16 اکتوبر (پی این ایس) کونچ کوتوالی علاقے کے ناگے پورہ گاؤں میں دیہاتیوں نے شمشان کو جانے والی سڑک کی خستہ حالی کی وجہ سے جمعہ کو ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ انہوں نے کلیہ بائی پاس پر کھیڑا چوکی کے قریب سڑک پر بیئر رکھ کر احتجاجی دھرنا دیا۔ ناکہ بندی کی اطلاع ملتے ہی ایس ڈی ایم کونچ ابھینو یادو اور سی او پرمیشور پرساد جائے وقوعہ پر پہنچے۔ انہوں نے گاؤں والوں کو تسلی دی اور جلد ہی شمشان گھاٹ کا یقین دلایا۔ جس کے بعد گاؤں والوں نے اپنا احتجاج ختم کر دیا۔ گاؤں کے لوگ شمشان گھاٹ کی خستہ حالت اور اس کی سڑک، پانی جمع ہونے اور گلیوں میں کیچڑ سے پریشان ہیں۔ وہ جنازے کے لیے جگہ تلاش کرنے سے قاصر تھے۔ گاؤں کے لوگ جو تین سال سے شکایت کر رہے تھے، آخرکار جمعہ کو ان کا صبر ٹوٹ گیا۔ ایک نوجوان کی موت کے بعد شمشان گھاٹ کے لیے جگہ کی کمی سے ناراض لوگوں نے کونچ کلیہ بائی پاس کو کھیڑا چوکی کے قریب سڑک پر بیئر رکھ کر بلاک کر دیا۔ دیہاتیوں نے اعلان کیا کہ جب تک ذمہ دار اہلکار جائے وقوعہ پر نہیں پہنچیں گے ناکہ بندی نہیں ہٹائی جائے گی۔ گاؤں والے بیئر لے کر گاؤں سے تقریباً تین کلومیٹر دور کونچ پہنچے۔ ایس ڈی ایم اور سی او جائے وقوعہ پر پہنچے اور گاؤں والوں کو یقین دلایا کہ دو ماہ کے اندر شمشان گھاٹ اور سڑک کی تعمیر کر دی جائے گی۔ اس کے بعد ناکہ بندی ختم کر دی گئی، لیکن متوفی کی آخری رسومات کونچ کے موکشد ھام میں ادا کی گئیں۔ کونچ بلاک کے بھدیورا گاؤں کے مجرا ناگے پورہ کے رہنے والے پنٹو ورما (38) کی جمعرات کی شام کینسر سے موت ہو گئی تھی۔ جمعہ کی صبح رشتہ داروں کے پہنچنے کے بعد اہل خانہ اور گاؤں والوں نے آخری رسومات کی تیاری شروع کر دی، لیکن شمشان گھاٹ اور اس کی طرف جانے والی سڑک بارش کے پانی سے بھر گئی، جس کی وجہ سے آخری رسوم کو روک دیا گیا۔ گاؤں میں پانی جمع ہونے اور سڑک کی خراب حالت سے پریشان گاؤں والے غصے سے بھڑک اٹھے۔ وہ بیئر کونچ تک لے گئے اور کلیہ بائی پاس پر کھیڑا چوکی کے قریب سڑک پر رکھ کر احتجاج شروع کیا۔

اودھ نامہ

اک جست میں تو کوئی نہ پہنچا کمال تک

خواب دیکھنا اور ہے لیکن ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کی جانے والی تیاری اور ہے اور اسی تیاری سے کسی قوم کے بارے مین اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ نوجوان کسی بھی معاشرے کی سب سے بڑی طاقت ہوتے ہیں، لیکن یہ طاقت اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے، جب اسے علم، صلاحیت، نظم وضبط اور درست سمت بھی میسر ہو۔ محض نوجوان آبادی کی کثرت کسی قوم کے لیے کامیابی کی ضمانت نہیں، اہمیت اس بات کی ہے کہ اس آبادی کا کتنا حصہ علم وتحقیق، انتظامی خدمات، قانون، معیشت، ٹیکنالوجی اور پالیسی سازی کے میدانوں میں اپنی جگہ بنانے کے لیے ہر طرح سے تیار ہے۔ جب ہم بات مسلمانوں کی کرتے ہیں تو یہ سوال اور اہم ہو جاتا ہے کہ ہماری نئی نسل مستقبل کے ہندوستان کی تشکیل میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے کس حد تک تیار ہے۔ کیا ہمارے نوجوان صرف ملازمت کے حصول تک اپنی جدوجہد محدود رکھے ہوئے ہیں، یا ان میں ایسے افراد بھی تیار ہو رہے ہیں جو سرکاری اداروں کی قیادت کریں۔

قیادت کا ذکر آتے ہی عموماً ذہن میں سیاست دان، وزرا، ارکانِ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کی تصویریں ابھرتی ہیں، حالانکہ ریاستی نظام کی تشکیل اور اس کے عملی نفاذ میں متعدد دوسرے شعبے بھی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں اقتدار سے مراد محض عہدہ، اختیار یا منصب حاصل کرنا نہیں، بلکہ ان اداروں میں اپنی علمی اور پیشہ ورانہ صلاحیت کے ذریعے عوامی مسائل کے حل اور اجتماعی ترقی میں حصہ لینا مراد ہے۔ جب کسی نوجوان کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو وہ علم پیدا کر سکتا ہے، جب اس کے پاس قانون کی سمجھ ہوتی ہے تو وہ حقوق کے تحفظ میں مدد دے سکتا ہے، جب اسے انتظامی امور پر دسترس حاصل ہوتی ہے تو وہ عوامی خدمات کی بہتری میں کردار ادا کر سکتا ہے، اور جب وہ تحقیق و پالیسی سازی کے میدان میں آگے بڑھتا ہے تو اس کے خیالات ہزاروں لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اس لیے مسلم نوجوانوں کے سامنے سوال صرف یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انہیں کون سی ملازمت ملے گی، بلکہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ وہ ملک کے علمی، انتظامی اور ادارہ جاتی نظام میں کس نوعیت کی خدمات انجام دینے کے قابل بن رہے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں نوجوانوں کے مستقبل کے تعلق سے کبھی بے روزگاری، کبھی تعلیمی پسماندگی، کبھی سیاسی نمائندگی اور کبھی مختلف اداروں میں مناسب شرکت کا سوال اٹھتا ہے۔ یہ تمام موضوعات اہم ہیں، لیکن ان پر گفتگو اسی وقت بامعنی بن سکتی ہے جب اس کے ساتھ عملی تیاری کا راستہ بھی واضح ہو۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان انتظامی خدمات میں آئیں تو ان کے لیے معیاری تعلیم، امتحانات کی رہنمائی، زبان وتحریر کی مہارت اور مسلسل مطالعے کا ماحول درکار ہوگا۔ قانون کے میدان میں نمایاں ہونے کے لیے آئینی اصولوں، عدالتی طریقۂ کار اور قانونی تحقیق سے واقفیت، جب کہ پالیسی سازی کے لیے اعداد وشمار، معاشیات، سماجی علوم، تحقیق اور تجزیاتی تحریر کی تربیت ضروری ہوگی۔ صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ ہماری نمائندگی کم ہے؛ نئی نسل کو ان شعبوں میں داخل ہونے اور آگے بڑھنے کے لیے مطلوبہ تیاری بھی فراہم کرنا ہوگی۔

ہندوستان جیسے متنوع ملک میں سول سروسز انتظامی نظام کا اہم حصہ ہیں۔ ان خدمات سے وابستہ افسران مختلف سطحوں پر پالیسیوں کے نفاذ، سرکاری اسکیموں کی نگرانی، عوامی شکایات کے ازالے اور انتظامی امور کی انجام دہی میں کردار ادا کرتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر مسلم نوجوان سول سروسز ہی کو اپنا مقصد بنائے، لیکن جو اس میدان میں دلچسپی رکھتا ہو، اسے معلومات اور رہنمائی کی کمی کی وجہ سے اپنا ارادہ ترک نہ کرنا پڑے۔ اس مقصد کے لیے منظم رہنمائی مراکز، مشترکہ مطالعہ گاہیں اور تجربہ کار افراد کی نگرانی میں تیاری کے پروگرام مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ قانون کسی بھی جمہوری معاشرے میں شہریوں اور ریاست کے تعلقات کو منظم کرنے والا بنیادی شعبہ ہے۔ مسلم نوجوانوں کو قانون کی تعلیم کی طرف راغب کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی برادری کے مقدمات لڑیں، بلکہ یہ بھی کہ وہ ملک کے وسیع تر قانونی نظام میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق حصہ لیں، انصاف کی فراہمی میں تعاون کریں اور قانون کی حکمرانی کو مضبوط بنائیں۔ اس میدان میں زبان پر عبور، مطالعے کی وسعت، دلیل قائم کرنے کی صلاحیت، پیشہ ورانہ دیانت اور عدالتی فیصلوں کو سمجھنے کی تربیت ضروری ہے۔

مسلم معاشرے کے اہلِ ثروت افراد، تعلیمی اداروں، سماجی تنظیموں اور مخیر حضرات کو چاہیے کہ وہ وظائف، لائبریریوں، ڈیجیٹل وسائل، کیریئر کونسلنگ اور امتحانات کی تیاری کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کریں۔ ایسے مراکز قائم کیے جا سکتے ہیں جہاں طلبہ کو مختلف پیشوں کے بارے میں اہم اور کارآمد معلومات ملیں اور وہ اپنی دلچسپی، صلاحیت اور معاشی حالات کے مطابق درست انتخاب کر سکیں۔ اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کی تیاری کی بنیاد ابتدائی تعلیم اور برسوں کی علمی عادتوں ہی سے پڑتی ہے۔ یہ کام کسی ایک ادارے یا شخصیت کے بس کا نہیں؛ اس کے لیے تعلیمی اداروں، سماجی تنظیموں، پیشہ ور افراد، والدین اور خود نوجوانوں کو مشترکہ کوشش کرنا ہوگی۔

☆☆☆

مسلمان سیاسی حکمت عملی بدل کر دیکھیں

انجینئر محمد سمیع خان کھٹانہ

ملکی سیاست میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت، نمائندگی، حقوق اور مستقبل کے حوالے سے ہمیشہ بحث ہوتی رہی ہے۔ آزادی کے بعد سے مسلمانوں نے جمہوری نظام میں اپنا باوقار مقام بنانے، آئینی حقوق کے تحفظ اور ملک کی تعمیر وترقی میں مؤثر کردار ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم موجودہ سیاسی منظرنامے میں یہ سوال اہم ہے کہ کیا مسلمانوں کو اپنی سیاسی حکمتِ عملی پر ازسرِ نو غور کرنا چاہیے؟ کیا کسی سیاسی جماعت کی مخالفت کو پوری سیاسی سوچ کی بنیاد بنا دینا دانش مندی ہے، یا مختلف سیاسی قوتوں کے ساتھ مکالمے اور رابطے کے راستے تلاش کرنے چاہئیں؟

یہ سوالات ہندوستانی مسلمانوں کے جمہوری مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیاسی پختگی کا تقاضا ہے کہ معاشرہ بدلتے حالات کو سمجھے اور اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے حقائق، اصولوں اور دور اندیشی پر مبنی حکمت عملی اختیار کرے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اور مسلمانوں کے تعلقات ایک پیچیدہ موضوع ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو اس جماعت کے نظریات، بعض رہنماؤں کے بیانات اور حکومتی فیصلوں پر تحفظات ہیں۔ تاہم بی جے پی کی قیادت اور حامیوں کے درمیان بھی مسلمانوں کے بارے میں یکساں نقطہ نظر نہیں پایا جاتا۔ اس صورتِ حال کو سمجھے بغیر مؤثر سیاسی حکمتِ عملی وضع نہیں کی جا سکتی۔ کسی جماعت کے نظریات، پالیسیوں اور اس کے ہر فرد کے خیالات کو ایک ہی پیمانے سے ناپنا درست نہیں۔ سیاسی جماعتیں مختلف مزاج، تجربات اور ترجیحات رکھنے والے افراد پر مشتمل ہوتی ہیں، جن کے درمیان اختلافِ رائے بھی ہوتا ہے۔ اس لیے سیاسی جماعتوں کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت ان کی قیادت، عملی اقدامات، بیانات اور پالیسیوں کا الگ الگ جائزہ لینا چاہیے۔ مسلمانوں کو جذباتی ردِعمل کے بجائے سیاسی بصیرت سے کام لینا چاہیے۔ کسی جماعت کی پالیسی قابلِ اعتراض ہو تو اس پر تنقید ضروری ہے، لیکن اگر اسی جماعت کا کوئی رہنما کسی معاملے میں مثبت موقف اختیار کرے یا آئینی اقدار کے مطابق بات کرے تو اس کا اعتراف بھی ہونا چاہیے۔ اصولی سیاست کا تقاضا ہے کہ اختلاف کے باوجود درست بات کی تائید اور غلط بات کی مخالفت کی جائے۔

بی جے پی میں راج ناتھ سنگھ، نتن گڈکری، مرلی منوہر جوشی اور لال کرشن اڈوانی جیسے رہنما مختلف ادوار میں اپنی سیاسی شناخت کے حوالے سے جانے جاتے رہے ہیں۔ اسی طرح نریندر مودی کی سیاست کو بھی مختلف پہلوؤں سے دیکھنا چاہیے۔ ان شخصیات کے بارے میں رائے قائم کرنے سے پہلے ان کے عملی اقدامات اور بیانات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

کسی رہنما کے کسی موقف سے اتفاق کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی تمام پالیسیوں کی حمایت کی جائے۔ اسی طرح کسی پالیسی سے اختلاف کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس رہنما کی ہر بات مسترد کر دی جائے۔ مسلمانوں کے لیے مفید طرزِ عمل یہ ہے کہ سیاسی تعلقات کو دوٹوک مخالفت یا غیر مشروط حمایت تک محدود نہ رکھیں۔ جہاں کوئی رہنما انصاف، مساوات، مذہبی آزادی یا اقلیتوں کے آئینی حقوق کے حق میں ہو، وہاں تائید کی جائے؛ اور جہاں اس کے اقدامات ان اصولوں سے متصادم ہوں، وہاں دلیل اور شواہد کے ساتھ اختلاف کیا جائے۔ سیاست میں تنقید اہم ہے، لیکن صرف تنقید مسئلے کا مکمل حل نہیں۔ اگر کوئی رہنما اقلیتوں کے تحفظ، مذہبی ہم آہنگی یا سماجی انصاف کے حق میں مؤثر قدم اٹھائے تو اس کی تعریف ہونی چاہیے۔ مقصد کسی جماعت کی تشہیر نہیں، بلکہ مثبت طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی ہونا چاہیے۔

اگر مسلمان ہر مثبت اقدام کو صرف اس لیے نظرانداز کریں کہ وہ کسی مخالف جماعت کے رہنما نے کیا ہے تو ان کی سیاسی قوت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اصولوں کی بنیاد پر تعریف اور تنقید کا امتزاج انہیں ایک سنجیدہ اور قابلِ اعتبار جمہوری فریق بنا سکتا ہے۔ تاہم کسی رہنما کی تعریف اس کی تمام پالیسیوں کی حمایت یا مسلمانوں کے بنیادی مسائل سے صرفِ نظر کا ذریعہ نہیں بننی چاہیے۔ نریندر مودی کے مسلم ممالک کے دوروں اور وہاں کے حکمرانوں سے سفارتی تعلقات کو متوازن انداز میں دیکھنا چاہیے۔ ہندوستان کے مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی اور سفارتی تعلقات اہم ہیں۔ تاہم بین الاقوامی سفارت کاری اور ملک کے اندر اقلیتوں کے حقوق الگ مگر اہم معاملات ہیں؛ بیرونی کامیابی داخلی پالیسیوں کی مکمل تائید کا متبادل نہیں۔

اہم سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کی سیاسی حکمتِ عملی صرف بی جے پی کی مخالفت کے گرد گھومنی چاہیے یا تمام جماعتوں سے اپنے مسائل پر بات چیت کے امکانات تلاش کرنے چاہییں؟ جواب غیر مشروط حمایت میں نہیں، بلکہ وسیع تر سیاسی رابطوں میں ہے۔ تعلیم، روزگار، معاشی ترقی، سماجی انصاف، امن وامان، مذہبی آزادی اور آئینی حقوق کو ترجیحات بنایا جائے تو مختلف جماعتوں کے سامنے واضح مطالبات رکھے جا سکتے ہیں۔ کسی ایک جماعت سے اختلاف کی وجہ سے دوسری جماعت کو غیر مشروط حمایت دینا مناسب نہیں، اور مکالمے کو مکمل سیاسی حمایت سمجھنا بھی درست نہیں۔ جمہوریت میں رابطے، مذاکرات اور اختلافِ رائے ساتھ چل سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو جماعتوں کے انتخابی منشور کا جائزہ لینا، امیدواروں سے سوال کرنا اور عملی کارکردگی کی بنیاد پر فیصلے کرنا چاہییں۔ اس طرح سیاست محض ردِعمل کے بجائے مثبت پروگرام کی حامل ہو سکتی ہے۔ یہ سمجھنا درست نہیں کہ بی جے پی کو اقتدار سے باہر کرنے کے بعد مسلمانوں کے تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ حکومتوں کی تبدیلی سے مسائل فوری طور پر ختم نہیں ہوتے۔ دوسری جماعت اقتدار میں آئے تو اس کی پالیسیوں اور عملی اقدامات کا بھی اسی معیار پر جائزہ لینا ہوگا جس پر موجودہ حکومت کو پرکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنا مستقبل صرف کسی دوسری جماعت کی انتخابی کامیابی سے وابستہ نہیں کرنا چاہیے۔ تعلیم، معاشی خود کفالت، سیاسی نمائندگی، قانونی آگاہی اور جمہوری اداروں میں مؤثر شرکت کے لیے مستقل محنت ضروری ہے۔ حقیقی ترقی اجتماعی جدوجہد سے وابستہ ہوتی ہے۔ مقصد ایسے حالات کے لیے جدوجہد ہونا چاہیے جن میں تمام شہریوں کو مساوی حقوق اور ترقی کے مواقع ملیں۔

ہندوتوا کی سیاست پر گفتگو کرتے ہوئے یاد رہنا چاہیے کہ ہندوستان کا آئینی ڈھانچہ تمام شہریوں کی مساوات، مذہبی آزادی اور قانونی تحفظ کے اصولوں پر قائم ہے۔ کسی نظریے کی مقبولیت سے ان اصولوں کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز اٹھاتے ہوئے جمہوری اقدار، قانونی طریقہ کار اور پُرامن سیاسی سرگرمیوں کو اہمیت دینی چاہیے۔ ساتھ ہی مذہبی ہم آہنگی اور شہری مساوات پر یقین رکھنے والے افراد سے مکالمہ جاری رکھنا چاہیے۔

سیاسی حکمت عملی پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے اصول واضح رہیں، آئینی حقوق پر سمجھوتہ نہ ہو، مثبت اقدامات کی تائید اور منفی پالیسیوں پر تنقید میں جماعت کا نام معیار نہ بنے، اور تمام سیاسی قوتوں سے رابطے برقرار رہیں۔ وابستگیوں کو جذباتی نعروں کے بجائے عملی کارکردگی سے جوڑا جائے۔ اچھے کام کی تائید اور ناکامی پر جواب طلبی ہونی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے سیاسی قیادت کو عوامی رابطہ، شفاف مطالبات اور مستقل مکالمے کو اپنی ترجیح بنانا ہوگا۔

سیاسی حکمت عملی میں تبدیلی کا مطلب موقف سے پیچھے ہٹنا نہیں، بلکہ اسے زیادہ مؤثر انداز میں پیش کرنا ہے۔ مکالمہ کمزوری نہیں، بلکہ مطالبات کو وسیع تر جمہوری دائرے میں منوانے کی کوشش ہے۔ مسلمانوں کے لیے وقت کا تقاضا ہے کہ وہ ردِعمل کی سیاست سے آگے بڑھ کر ایسی حکمت عملی اختیار کریں جو اصولی، حقیقت پسندانہ اور مستقبل بین ہو۔

بی جے پی ہو یا کوئی دوسری جماعت، اسے غیر مشروط حمایت یا مستقل مخالفت کے بجائے پالیسیوں اور عملی کردار کی بنیاد پر پرکھنا چاہیے۔ مثبت اقدامات کی حوصلہ افزائی، حقوق کے معاملے میں ثابت قدمی اور سیاسی قوتوں سے باوقار مکالمہ مسلمانوں کی آواز مؤثر بنا سکتا ہے۔ اصل کامیابی سیاسی بصیرت میں ہے، جو مسلمانوں کو آئینی حقوق کے تحفظ، ملک کی ترقی اور منصفانہ معاشرے کی تشکیل میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بنائے۔

موبائل:9415012392

جنتر منتر بند ہو سکتا ہے، اختلافِ رائے نہیں!

اپنے جمہوری جواز پر یقین رکھنے والی حکومتیں شہریوں کے اکٹھے ہونے سے خوف زدہ نہیں ہوتیں، جنتر منتر محض ایک جغرافیائی مقام نہیں، یہ وہ جگہ ہے جہاں انفرادی بے چینی اجتماعی طور پر سیاسی اظہار کی صورت اختیار کرتی ہے

منوج کمار جھا

جب اختلاف رائے کے لیے مخصوص جگہیں بند کر دی جاتی ہیں، تو اختلاف ختم نہیں ہوتا۔ وہ نئی جگہیں تلاش کرتا ہے، نئی علامتیں تخلیق کرتا ہے اور جمہوری تخیل کا ایک نیا جغرافیہ تشکیل دیتا ہے۔ آپ جنتر منتر کو احتجاج کے مقام کی فہرست سے ہٹا سکتے ہیں، لیکن اختلاف رائے کو نہیں۔ آیئے، ایک بات بالکل صاف کر لیں۔ دہلی پولیس کو جنتر منتر سے احتجاجی مظاہروں کے لیے مختص مقام کا درجہ واپس لینے کا مشورہ، سفارش یا ہدایت جس نے بھی دی ہے، اس نے انجانے ہی میں سہی، اقتدار کے بڑھتے ہوئے عدم تحفظ کو بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ جتنا انتظامی نظر آتا ہے، اس سے کہیں زیادہ سیاسی ہے۔ اس کے پس پردہ ایسی ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے جو شہریوں کے اختلاف رائے ہی سے نہیں، بلکہ ان کی مادی موجودگی سے بھی بے چین ہونے لگی ہے۔ جن حکومتوں کو اپنے جمہوری جواز پر بھروسہ ہوتا ہے، وہ شہریوں کے اکٹھے ہونے سے خوف زدہ نہیں ہوتیں۔ وہ مظاہرین سے اختلاف کر سکتی ہیں، ان کے دلائل کو چیلنج کر سکتی ہیں اور ان کے مطالبے کو مسترد بھی کر سکتی ہیں۔ لیکن جب شہریوں کا پرامن طور پر اکٹھا ہونا ہی اقتدار کے لیے باعث تشویش ہو جائے، تو سوال مظاہرین سے زیادہ جمہوریت کے بارے میں حکومت کی اپنی فہم وفراست پر اٹھتا ہے۔

اسے ایک سادہ سی مثال سے سمجھیے۔ باقاعدگی سے صحت کا معائنہ اس لیے ضروری ہے کہ اس سے جسم کے اندر پنپنے والے ان مسائل کا بھی پتہ چلتا ہے، جو عام طور پر نظر نہیں آتے۔ جمہوریت کی زندگی میں احتجاجی مظاہرے بھی کچھ ایسا ہی رول ادا کرتے ہیں۔ وہ شہریوں کی شکایتوں، ادارہ جاتی ناکامیوں اور سرکاری دعووں اور عام لوگوں کے حقیقی تجربات کے درمیان بڑھتے ہوئے فاصلے کو نمایاں کرتے ہیں۔ احتجاج کو عوامی منظرنامے سے ہٹا دینا کچھ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص طبی جانچ کے نتائج سے پریشان ہو کر جانچ کرنے والے آلات کو ہی ہٹا دے۔ بیماری اپنی جگہ بنی رہتی ہے، صرف اس کا پتہ لگانے کا راستہ بند کر دیا جاتا ہے۔ جنتر منتر کا سوال اس لیے صرف دہلی کے ایک مقام کا سوال نہیں ہے۔ یہ عوامی مقامات، اقتدار اور جمہوری شہریت کے درمیان تعلقات کا سوال ہے۔ کچھ لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ مظاہرین جنتر منتر پر ہی کیوں جمع ہونا چاہتے ہیں؟ وہ دہلی کے مضافات میں کسی مخصوص مقام پر مظاہرہ کیوں نہیں کر سکتے؟

ان سوالوں میں انتظامی سہولت کی فکر تو دکھائی دیتی ہے، لیکن سماجی تحریکوں کے سیاسی جغرافیے کی سمجھ کا فقدان بھی واضح ہو جاتا ہے۔ سماجی تحریکیں محض کسی مقام پر موجود نہیں ہوتیں، بلکہ اپنی موجودگی سے اس جگہ کا سیاسی مفہوم بھی تشکیل دیتی ہیں۔ فرانسیسی فلسفی ہنری لیفیبر نے جگہ کی سماجی تشکیل کا تصور پیش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کوئی بھی جگہ سیاسی لحاظ سے غیر جانبدار نہیں ہوتی۔ جگہ اقتدار کے رشتوں کی عکاسی کرتی ہے، لیکن وہی جگہ ان رشتوں کو چیلنج کرنے کا وسیلہ بھی بن سکتی ہے۔ پارلیامنٹ کے قریب ہونے والے مظاہرے اور راجدھانی سے کئی کلومیٹر دور کسی غیر آباد جگہ پر ہونے والے مظاہرے کے سیاسی معنی یکساں نہیں ہو سکتے۔ نعرے ایک جیسے ہو سکتے ہیں، مطالبات بھی یکساں ہو سکتے ہیں، لیکن پہلی صورت میں شہری علامتی طور پر اقتدار سے مکالمہ قائم کرتے ہیں، جبکہ دوسری صورت میں ان کی آواز کو اقتدار سے سہولت بخش دوری پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

جمہوریت میں اقتدار سے نزدیکی صرف جغرافیہ کا سوال نہیں، بلکہ جوابدہی کی زبان کا حصہ بھی ہے۔ چارلس ٹلی کے سماجی تحریکوں اور نزاعی سیاست سے متعلق مطالعات ہمیں بتاتے ہیں کہ دھرنا، جلوس، عوامی جلسہ اور اجتماعی موجودگی جیسے طریقے شہریوں اور اقتدار کے درمیان طویل تاریخی تعلقات کے نتیجے میں وجود میں آتے ہیں۔ سڈنی ٹیرو نے سیاسی مواقع کی ساخت کے تصور کے ذریعے سمجھایا کہ تحریکوں کے امکانات کا انحصار اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ اقتدار شہریوں کو کتنی جگہ فراہم کرتا ہے اور ان کی اجتماعی کارروائی کے تئیں اس کا رویہ کیسا ہے۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو احتجاج کے لیے مختص مقامات تک رسائی محدود کرنا محض ٹریفک مینجمنٹ یا امن وامان کا معاملہ نہیں رہ جاتا۔ یہ جمہوری شمولیت کے امکانات کو محدود کرنے کی کوشش بھی بن سکتا ہے۔ دنیا کی تحریکوں کی تاریخ ہمیں عوامی مقامات کی سیاسی اہمیت یاد دلاتی ہے۔ قاہرہ کا تحریر اسکوائر مصر کی عوامی بغاوت کی یادوں سے وابستہ ہو گیا۔ چین کے تیانانمن اسکوائر نے اپنے طبعی حجم سے کہیں زیادہ وسیع سیاسی معنی حاصل کیے۔ نیویارک کے زوکوٹی پارک نے آکیوپائی وال اسٹریٹ تحریک کے دوران معاشی عدم مساوات کے خلاف مزاحمت کی علامتی شکل اختیار کر لی۔

ان مثالوں کے تاریخی حالات اور سیاسی نتائج مختلف رہے ہیں، لیکن ان میں ایک بات مشترک ہے۔ عوامی مقامات محض شہر کے نقشے کا حصہ نہیں ہوتے، بلکہ وہ شہریوں کی سیاسی یادداشتوں اور جمہوری عزائم کا بھی حصہ بن جاتے ہیں۔ ہندوستان کے جمہوری جغرافیہ میں جنتر منتر کو بھی ایسی ہی ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں کسانوں نے اپنی بپتا سنائی ہے، طلبہ نے اپنے مستقبل کے لیے آواز بلند کی ہے، مزدوروں نے حقوق کا مطالبہ کیا ہے، خواتین نے انصاف کی مانگ کی ہے اور ان بے شمار شہریوں نے اپنی موجودگی درج کرائی ہے جن کے خدشات کو رسمی سیاسی اداروں میں خاطر خواہ جگہ نہیں مل پاتی۔

ان تحریکوں کی نظریاتی سمتیں ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہی ہیں۔ کچھ نے ایک جماعت کی حکومت کی مخالفت کی، تو کچھ نے دوسری جماعت کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی۔ لیکن ان سب کے درمیان ایک مشترک عقیدہ یہ رہا ہے کہ شہریت کا مطلب صرف ہر پانچ سال میں ایک بار ووٹ ڈالنا نہیں ہے۔ میں گزشتہ کئی دہائیوں سے احتجاجی مظاہروں اور سماجی تحریکوں کے بارے میں پڑھاتا آیا ہوں۔ ان سوالوں سے میرا تعلق کبھی کلاس کی چہار دیواری تک محدود نہیں رہا۔ گزشتہ چند مہینوں کے تجربات نے ایک بار پھر یہ ظاہر کیا ہے کہ جب نمائندگی کے قائم شدہ ادارے شہریوں کی بات سننے میں ناکام ہونے لگتے ہیں، تو ادارہ جاتی سیاست اور تحریکوں کی سیاست کے درمیان فاصلہ تیزی سے کم ہونے لگتا ہے۔

خصوصی طور پر نوجوان مظاہرین کے لیے، جنتر منتر محض ایک جغرافیائی مقام نہیں ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں انفرادی بے چینی اجتماعی طور پر سیاسی اظہار کی صورت اختیار کرتی ہے۔ کسی طالب علم کی امتحان سے متعلق پریشانی، کسی بے روزگار نوجوان کی مایوسی اور کسی شہری کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا تجربہ یہاں ذاتی دکھ کی حدود سے نکل کر ایک عوامی مسئلہ بن جاتا ہے۔ جمہوریت کی بنیادی فطرت بھی یہی ہونی چاہیے۔ انفرادی تکلیف کو عوامی تشویش میں تبدیل کرنے کے عمل سے جمہوریت مضبوط ہوتی ہے، کمزور نہیں۔ جغرافیہ داں ڈان مچل نے عوامی مقامات پر جدوجہد کو سیاسی طور پر دکھائی دینے کے حق سے جوڑا ہے۔ ان کے خیالات ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ عوامی مقامات جمہوری اس لیے بنتے ہیں کہ شہری وہاں ان سوالوں کو اٹھا سکتے ہیں جنہیں قائم شدہ ادارے نظرانداز کر دیتے ہیں۔

کوئی حکومت احتجاج کے حق کو باضابطہ طور پر تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ یقینی بنا سکتی ہے کہ مظاہرے صرف انہی مقامات پر ہوں جہاں انہیں کوئی دیکھ نہ سکے، سن نہ سکے اور جہاں سے ان کی آواز اقتدار تک پہنچ ہی نہ پائے۔ ایسے نظام میں جمہوریت کی لفظیات اور اصطلاحات تو باقی رہتی ہیں، لیکن اس کی روح دھیرے دھیرے کمزور ہونے لگتی ہے۔

ہندوستانی آئین کا آرٹیکل 19(1)(بی) شہریوں کو پرامن اور غیر مسلح اجتماع کا حق دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ حق معقول پابندیوں سے مشروط ہے۔ سپریم کورٹ نے بھی پرامن احتجاج اور دیگر عوامی مفادات کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس توازن کو ایسی انتظامی سہولت میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا جس کے تحت اختلاف رائے کے ہر نمایاں اظہار کو خلل یا رکاوٹ سمجھ لیا جائے۔ آخرکار، جمہوری طرزِ حکمرانی کا مقصد اقتدار کو تکلیف سے بچانا نہیں، بلکہ اسے جوابدہ بنائے رکھنا ہے۔ مینوئل کاسٹیلز نے نیٹ ورک پر مبنی سماجی تحریکوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ڈیجیٹل نیٹ ورک اور طبعی عوامی مقامات مل کر اجتماعی سیاسی سرگرمی کی نئی صورتیں تشکیل دیتے ہیں۔ آج کے دور میں ایک ہیش ٹیگ لاکھوں لوگوں تک عدم اطمینان کا پیغام پہنچا سکتا ہے، لیکن سڑک پر شہریوں کی اجتماعی موجودگی اس عدم اطمینان کو انسانی چہرہ عطا کرتی ہے۔ ڈیجیٹل دنیا میں اختلاف رائے درج ہوتا ہے، عوامی مقامات پر وہ براہ راست اقتدار سے سوال کرتا ہے۔ اقتدار کے ایوانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ بیریکیڈ لگانے سے شکایتیں ختم نہیں ہوتیں۔

اجازت دینے سے انکار کرنے پر ناانصافی چھپتی نہیں ہے۔ اور شہریوں کو اقتدار کے اداروں سے دور بھیج دینے سے ان کے سوال غیر متعلق نہیں ہو جاتے۔

سماجی تحریکوں کی تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ پرامن احتجاج کے راستوں کو لگاتار محدود کرنا بعض اوقات ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے جن سے حکومتیں بچنا چاہتی ہیں۔ جب مکالمے کے راستے بند ہوتے ہیں، تو بے اطمینانی اپنے لیے نئے راستے تلاش کرتی ہے۔ یہاں ایک بنیادی سیاسی بھول سے بچنا ضروری ہے۔ انتخابی اکثریت حکومت بنانے کا حق دیتی ہے، شہریوں کی آواز پر اجارہ داری نہیں۔ عوامی مینڈیٹ حکمرانی کے جواز کی بنیاد ہے، لیکن یہ مسلسل جوابدہی کا متبادل نہیں ہو سکتا۔

جمہوریت میں شہری محض وہ لوگ نہیں ہیں جن پر حکومت کی جاتی ہے۔ وہ جمہوریہ کی تشکیل میں شریک بھی ہیں۔ ان کی رضامندی جتنی اہم ہے، ان کا اختلاف رائے بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ جنتر منتر کو اس لیے راجدھانی کے لیے ایک پریشانی کے بجائے اس کے جمہوری اثاثے کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ یہ اقتدار کو لگاتار یاد دلاتا ہے کہ جمہوریہ پر اتنا ہی حق ان شہریوں کا بھی ہے جو حکومت کی تعریف کرتے ہیں، جتنا ان کا جو اس سے سوال پوچھتے ہیں۔ کسی حکومت کی جمہوری پختگی کا اندازہ اس بات سے نہیں ہوتا کہ وہ اپنے حامیوں کے لیے کتنی جگہ بناتی ہے۔ اصل پیمانہ یہ ہے کہ وہ اپنے ناقدین کی موجودگی کو کتنی آسانی سے قبول کرتی ہے۔ اور آخر میں، اقتدار کو ایک بات سمجھ لینی چاہیے۔ جنتر منتر صرف دہلی کے نقشے پر درج ایک مقام نہیں ہے۔ یہ شہریوں کی یادوں، جدوجہد اور امیدوں میں زندہ ایک جمہوری علامت ہے۔ اسے انتظامی حکم کے ذریعے ہٹانے کی کوشش شاید آسان ہو، لیکن اس کے سیاسی مفہوم کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ جب اختلاف رائے کے لیے مختص مقامات بند کر دیے جاتے ہیں، تو اختلاف ختم نہیں ہوتا۔ وہ نئی جگہیں تلاش کرتا ہے، نئی علامتیں تخلیق کرتا ہے اور جمہوری تصور و تخیل کا ایک نیا جغرافیہ تشکیل دیتا ہے۔ آپ جنتر منتر کو مظاہروں کے مقامات کی فہرست سے نکال سکتے ہیں، لیکن اختلاف رائے کو نہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کسی بھی سرکاری نوٹیفکیشن کے ذریعے شہریوں کے جمہوری شعور کو ختم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جنتر منتر محض ایک جگہ کا نام نہیں ہے۔ یہ اس جمہوری یقین کا نام ہے کہ اقتدار خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، شہریوں کو اس سے سوال پوچھنے کا حق ہمیشہ حاصل رہے گا۔

(منوج کمار جھا راشٹریہ جنتا دل کے راجیہ سبھا ممبر ہیں)

مصنوعی ذہانت کے دور میں تعلیم کا بحران!

لوینا ژانگیانی اور اکھل کا تیال

گزشتہ 2 برسوں کے دوران ہم نے اعلیٰ تعلیم کے شعبہ میں اپنے پیروں تلے زمین کھسکتی ہوئی محسوس کی ہے۔ مصنوعی ذہانت (اے آئی) نے کالج کے کلاس روم میں ہمارے کام کرنے کے طریقۂ کار کو پوری طرح بدل دیا ہے۔ طلبا کی جس نئی نسل کو ہم پڑھا رہے ہیں، جو ابھی ابھی اسکول کی دہلیز پار کر کے آئی ہے، اس نے اپنے ابتدائی برسوں ہی میں اے آئی کو دیکھا، جانا اور (ان میں سے بیشتر نے) اسے اس طرح اپنا لیا جیسے مچھلی کو پانی مل گیا ہو۔ اس پر ان کا انحصار غیر معمولی طور پر بہت زیادہ ہے۔ یونیورسٹی کی زندگی کے ہر پہلو (پڑھانے، سیکھنے اور سوچنے) کو اس عہد ساز تبدیلی نے متاثر کیا ہے۔ اے آئی اور اس کے خطرات کے بارے میں عوامی بحث عام طور پر ماحولیات اور تجارت پر اس کے اثرات کے گرد گھومتی ہے، نہ کہ اس بات پر کہ یہ ہمارے دماغ کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ ماحولیات کو پہنچنے والے نقصان پر اکثر تشویش ظاہر کی جاتی ہے، مثلاً تیزی سے بڑھتے ہوئے اے آئی ڈیٹا مراکز میں کولنٹ کے طور پر آبی وسائل کا بے دریغ استعمال۔ ہم کاپی رائٹ والے مواد کی بڑے پیمانے پر چوری کے بارے میں بھی خدشات سنتے ہیں، جس کی نشاندہی ان حالیہ رپورٹوں سے ہوتی ہے جن میں نایاب کتابیں خریدنے، انہیں اسکین کرنے اور اے آئی کی تربیت کے لیے ڈیٹا کے طور پر استعمال کرنے کے بعد تباہ کر دیے جانے کی بات کہی گئی ہے۔

عوام کی یہ تشویشات اے آئی کی سیکھنے کی صلاحیت اور بالآخر جسمانی محنت کی جگہ لے لینے سے متعلق خوف ناک منظرناموں تک بھی پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی مثال ترقی پذیر ممالک کے ان فیکٹری مزدوروں کی بڑے پیمانے پر گردش کرنے والی تصویروں میں ملتی ہے، جنہیں اپنے ماتھے پر کیمرے باندھنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے، تاکہ اے آئی روبوٹس کو ان کے ہاتھوں کی حرکات کی نقل کرنے کی تربیت دی جا سکے۔ یہ اپنی ہی قبر میں کام کرنے جیسا لگتا ہے، اپنی طے شدہ رخصتی کے اندیشے سے دوچار ایک مزدور نے یہ تبصرہ کیا تھا۔ حال ہی میں سپر انٹیلی جنس کی انتہائی تیز رفتار ترقی کو لے کر قیامت جیسا خوف سامنے آیا ہے، جو عالمی سطح پر بہت جلد بے قابو ہو سکتی ہے، جیسا کہ اے آئی کے 3 بڑے سرکردہ افراد (آلٹ مین، اموڈی اور مسک) نے تسلیم کیا ہے۔ تاہم یونیورسٹیوں میں، جہاں انسانی دماغ کی نشوونما ہی بنیادی مقصد ہے، ہمارے سامنے ایک بالکل منفرد مسئلہ کھڑا ہے۔ یہاں ایک طرح کی 'ذہنی نوآبادیات' کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے، جو ہمارے بنیادی کام یعنی پڑھنے، لکھنے اور سوچنے کی بنیاد پر ہی براہ راست حملہ کرتی ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں میں اے آئی نے خاموشی سے ہمارے اداروں میں دراندازی کی ہے اور ان تینوں سرگرمیوں کے طریقۂ کار کو بدل دیا ہے۔ کلاس روم کے اندر اور باہر ہم دیکھتے ہیں کہ طلبا اس اہم کام کی ذمہ داری اے آئی ٹولز کو سونپ رہے ہیں۔ یہ محض کوئی آسان راستہ اختیار کرنا نہیں ہے۔ ماہرین نے اسے 'ذہنی بوجھ ہلکا کرنے' کی صورت قرار دیا ہے، جس کا براہ راست مطلب یہ ہے کہ طویل مدت میں یہ ہمارے دماغ کی حقیقی صلاحیتوں کو محدود کر دیتا ہے۔

ادب کے استاد ہونے کے ناطے ہم جانتے ہیں کہ خود پڑھنا اور سوچنا ایک انتہائی خوب صورت اور ساتھ ہی دماغ کھپانے والا عمل ہو سکتا ہے۔ اسے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ کسی بھی طالب علم کے لیے ادبی تخلیق (اس کی سطروں اور الفاظ کی انفرادیت) سے نبرد آزما ہونا اس کی سوچ کے پختہ ہونے کا لازمی حصہ ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، اور مسلسل مشق کے ساتھ، اسے اپنے اردگرد کی دنیا اور اس کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کی بصیرت حاصل ہوتی ہے، جس سے وہ متجسس اور تنقیدی شعور رکھنے والا شہری بنتا ہے۔ یونیورسٹی کی سطح پر اسے اس کسوٹی سے گزرنا ہی چاہیے، جہاں وہ ہر جملے پر اٹکتا ہے، اس کے معنی پر بحث کرتا ہے اور اپنے خیالات کو کاغذ پر اتارنے کے لیے ذاتی جدوجہد کرتا ہے۔ ہم اس ابتدائی کشمکش کو ایک ضروری اور خوش گوار مرحلہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اے آئی کے دور میں ہم ایسا بہت کم ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ بیشتر طلبا کلاؤڈ یا جیمنی سے یہ پوچھنے کا آسان راستہ اختیار کر لیتے ہیں: 'مجھے اس مضمون کا خلاصہ بتاؤ'، 'میرے لیے اس مقالے کا خلاصہ تیار کرو' یا پھر وہ اسائنمنٹ کا سوال براہ راست اے آئی انجن میں ڈال دیتے ہیں۔ ادب کے اساتذہ کے طور پر، سچ کہیں تو یہ صورت حال تباہ کن ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، اے آئی کبھی 'سوچتی' نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ صرف نمونوں اور پیٹرن کو پراسیس کرتی ہے۔ وہ اپنے پاس موجود اربوں الفاظ اور جملوں کے خام مواد، یعنی دوسرے لوگوں کے سوچنے کے طریقوں کے ایک وسیع امتزاج کو لیتی ہے اور سب سے زیادہ ممکنہ نتیجے کا اندازہ لگا کر اسے پیش کر دیتی ہے۔ یہ اکثر پہلے سے طے شدہ راستے پر چلنے والا اور کم سے کم مزاحمت کے راستے سے حاصل کیا گیا نتیجہ ہوتا ہے، جو خیالات اور اظہار کی سطح پر کسی بھی حقیقی اور انفرادی دریافت کے امکان کو پوری طرح ختم کر دیتا ہے۔ یہ سوچنے کے کسی ذاتی انداز کے لیے بہت کم گنجائش چھوڑتا ہے، اس انوکھی سنک یا منفرد سوچ کی تو بات ہی چھوڑ دیجیے جو کسی بھی یونیورسٹی کے کلاس روم کی اصل خوشی ہوتی ہے۔ سوچ کی ایسی صورتیں صبر، مشق، کتابوں میں غرق ہونے اور ساتھیوں اور اساتذہ کے ساتھ آمنے سامنے ہونے والی تمام خوش گوار اور الجھن بھری بحثوں سے جنم لیتی ہیں۔ ان میں سے ہر تجربہ ایک تہہ کی طرح ہمارے اندر آہستہ آہستہ جمع ہوتا ہے اور دنیا کے بارے میں ہمارے سوچنے کے زاویے کو نکھارتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی سے فوراً جواب حاصل کر لینے سے یہ ہرگز ممکن نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب طلبا اے آئی پر حد سے زیادہ انحصار کرنے لگتے ہیں تو وہ اپنی ذاتی 'آواز' پروان چڑھنے کے امکان کو ختم کر دیتے ہیں۔ وہ منفرد آواز جوان کی زندگی کے تمام تجربات، مطالعے، اتفاق واختلاف اور پروان چڑھتے ہوئے نقطۂ نظر کے انوکھے امتزاج سے تشکیل پاتی ہے۔ یہ انفرادی آواز ہمارے تدریسی طریقۂ کار کا اس قدر مرکزی حصہ ہے کہ ہمارا ایک بنیادی مقصد ہر طالب علم کو دوسرے سے حتی الامکان مختلف لکھنے کی ترغیب دینا ہوتا ہے، تاکہ ہر تحریر پر اس کے اپنے دستخط ہوں۔ جب بھی ہم کسی طالب علم کو صرف اس کی تحریر سے پہچاننے کے قابل ہوتے ہیں تو ہمیں لگتا ہے کہ ہماری محنت کامیاب ہوئی۔ اے آئی نے اس امکان کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ اے آئی سے متاثر تحریروں میں انفرادیت کی جگہ یکسانیت اور تنقیدی غور وفکر کی جگہ اندھی تقلید دکھائی دیتی ہے۔ ایسے کام میں ہمیں بظاہر درست اور منطقی طور پر مناسب تحریروں کا ایک ایسا انبار نظر آتا ہے جو انسانی شعور اور ارادے کی تقریباً ہر علامت سے مکمل طور پر خالی ہوتا ہے۔ اس طرح کی تحریروں میں اکثر ایک جیسے ہی حوالے ہوتے ہیں، واقعات اور کرداروں کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے انہی الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے، وہ ایک جیسے بے اثر نتائج پر پہنچتی ہیں اور اوپر سے آرائشی صفات کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے الگ الگ اور انفرادی دماغوں کے بجائے خیالات کی کوئی خفیہ اسمبلی لائن کام کر رہی ہو۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے یہ تنقیدی سوچ اور تخیل کو پروان چڑھانے کے ہمارے رہنما مقصد کو ہی پٹری سے اتار دیتا ہے۔ اس طرح کی ذہنی نوآبادیات ایک بڑی اور ہنگامہ خیز تبدیلی کی علامت ہے۔ یہ تعلیمی دنیا کے اندر اور باہر، دونوں جگہ ایک انتہائی تشویش ناک دور کی نشاندہی کرتی ہے۔

یونیورسٹیوں میں ہمارا کام اب انفرادی سوچ کی تیزی سے معدوم ہوتی ہوئی نوع کو بچانے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ یونیورسٹی سے وابستہ ہر چیز یعنی ہمارے پڑھانے کا طریقہ، ہمارے جانچنے کا طریقہ اور ہمارے طلبا کا علم سے جڑنے کا نقطۂ نظر یہ توجہ دینے اور اسے اے آئی کی طویل رسائی سے آزاد کرانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں طلبا کو یہ دکھانے کا راستہ تلاش کرنا ہوگا کہ اپنے بل بوتے پر سوچنا کتنا خوش گوار اور اطمینان بخش ہو سکتا ہے۔ یہ دکھانا ہوگا کہ مختصر راستے کے بجائے طویل راستہ کس طرح ان کی پیشہ ورانہ زندگی اور ایک حساس، ہمیشہ متجسس اور اپنی ہر صلاحیت سے باخبر انسان کے طور پر ان کی نشوونما میں گہرائی سے مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اے آئی کے فوری دستیاب جوابات کے سامنے یہ اکثر جالوت کے مقابلے میں داؤد کی جنگ جیسا محسوس ہوگا۔ ہمارے سامنے دراصل یہی سب سے بڑا چیلنج ہے۔ ☆

(مضمون نگار لوینا ژانگیانی اور اکھل کا تیال ہنس لا اسکول رائٹنگ سینٹر میں پروفیسر ہیں)

مضمون ومراسلہ نگار کی آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

مالک، پبلشر، پرنٹر وایڈیٹر تقدیس فاطمہ رضوی نے گروپ 5 پبلی کیشن 55 بی۔ وزیر حسن روڈ، لکھنؤ سے چھپوا کر پہلی منزل مسجد نور محل ساکیت پلی نرہی، لکھنؤ سے شائع کیا۔ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: ڈاکٹر ہارون رشید

Proprietor, Publisher, Printer and Editor, Taqdees Fatima Rizvi printed at Group 5 Publication, 55B, Wazir Hasan Road, Lucknow, and published from Masjid Noor Mahal, First Floor, Saket Palli Narhi, Lucknow. , Resident Editor: Dr. Haroon Rasheed, avadhnama@gmail.com, Ph:0522-3506829, 9335135181

کربلا کی شیر دل خاتون

مولانا سید سرفراز عباس رضوی کراروی

علیا مقام، شریکۃ الحسینؑ، ام المصائب، عقیلۃ القریش یعنی ہماری شہزادی حضرت زینب سلام اللہ علیہا جنکی جلالت قدر اور رفعت ومنزلت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ آنجناب حضور ختمی مرتبت سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ وملیکۃ العرب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نواسی ابوالایمان حضرت ابوطالب وفاطمہ بنت اسد کی پوتی، شیر خدا نفس رسول امیر المومنین علی مرتضیٰؑ و سیدۂ نساء عالمیان حضرت فاطمہ کی لخت جگر سرداران جوانان جنت، امام حسنؑ وامام حسین علیہما السلام کی حقیقی خواہر اور علمدار لشکر حسینی قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل العباس ابن علی و جناب محمد حنفیہ کی علاتی بہن تھیں۔

اس عفت مآب اور عصمت شعار بی بی کی جلالت کیسے بیان ہوسکتی ہے جس نے عصمت کی آغوش میں آنکھ کھولی اسلام وایمان کی روحانی فضا میں تربیت پائی اور امامت کے ظل عاطفت میں پوری زندگی بسر کردی، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کائنات کی تمام عورتوں میں اپنی مادر گرامی کی طرح سے بے مثل و بے نظیر ہیں آپ میں جملہ صفات حسنہ اور خصائل حمیدہ عفت، عصمت، عبادت، عدالت، شجاعت، سخاوت، شہامت و جرات اور صبر و استقلال بدرجہ اتم و اکمل پائے جاتے ہیں آپ کے جملہ اوصاف وکمالات کا تقاضہ ہے کہ آپ کو معصومہ کہا جائے مگر محفوظ عن الخطا ہونے میں تو ذرا بھی شک وشبہ نہیں جو معصوم ہی کے مترادف ہے۔

علماء فریقین (شیعہ و سنی) نے آپ کے اوصاف وکمالات اور سیرت کا مختلف اسالیب و انداز میں جائزہ لیا ہے چنانچہ شہید راہ حق علامہ محمد تقی برغانی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے مقامات باطنی اور منازل عرفانی اتنے بلند وبالا ہیں جو آپ کو سرحد عصمت سے قریب کرتے ہیں (مجالس المتقین ص ۱۳۲ مطبوعہ ایران) معاصر علامہ مجلسی یعنی علامہ محمد رضا علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ جناب زینب فصاحت و بلاغت، تدبیر وشجاعت اور زہد و تقویٰ میں اپنے والد بزرگوار علیؑ اور مادر عالی مقدار فاطمۃ الزہرا کی شریک وسہیم تھیں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اہل بیت کرام علیہم السلام بلکہ جملہ بنی ہاشم کے امور آپ ہی کی وساطت سے انجام پاتے تھے (جنات الخلود ص ۱۹ طبع ایران) علامہ ابن اثیر جزری نے آپ کو صحابیات رسول اکرم ﷺ کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ **"وکانت زینب علیہا السلام امرءۃ عاقلۃ لبیۃ جزلۃ"** جناب زینب عاقلہ، بلیغہ، زیرک اور شیر دل خاتون تھیں (اسد الغابہ جلد ۵، ص ۴۶۹ طبع ایران) یہی کچھ امام اہل سنت علامہ جلال الدین سیوطی نے "رسالہ زینبیہ" میں تحریر کیا ہے۔ عمر ابو النصر کا کہنا ہے کہ جناب زینب تمام اہل بیت میں فصاحت و بلاغت اور جرات و ہمت کے لحاظ سے امتیازی شان رکھتی تھیں چنانچہ اس کی واقعیت و شہرت معرکہ کربلا میں آپ کے بے مثال کارنامے سے ظاہر وہویدا ہے (فاطمہ بنت محمد مطبوعہ مصر) علامہ محمد احمد مصری گہر افشانی کرتے ہیں جناب زینب تمام اہل بیت میں بلحاظ حسب نسب بزرگتر اور جملہ عورتوں میں فاضل ترین تھیں آپ کے فخر کے لئے یہ بات کافی ہے کہ شجرۂ اہل بیت نبوت جس کی قرآن مجید میں خدا نے مدح کی ہے آپ اس کی ایک شاخ ہیں (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) علامہ فرید وجدی مصری لکھتے ہیں کہ جناب زینب سیدۂ زنان عالم اور زاہدہ، عابدہ، طاہرہ و پرہیزگار تھیں (زینب کبریٰ، ص ۴۶ طبع ایران) نسابہ دوراں علامہ سید جمال الدین ابن عنبہ داؤدی حسنی علیہ الرحمہ م ۸۲۸ھ کا بیان ہے کہ جناب زینبؑ اپنے فضائل ومفاخر اور عادات ومحاسن کی بنا پر تمام دنیا کی خواتین میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں (عمدۃ الطالب و زینب کبریٰ عربی، ص ۴۵) نیشاپوری "رسالہ علویہ" میں قلم بند کرتے ہیں کہ آپ زہد وعبادت میں اپنے والدین کی نظیر تھیں علامہ نورالدین جزائری طاب ثراہ کا بیان ہے کہ کوفہ اور مضافات کی خواتین آپ سے ملاقات کرکے فخر ومباہات کرتی تھیں (خصائص زینبیہ، ص ۸۳ مطبوعہ نجف اشرف ۱۹۴۱ء) اعیان الشیعہ جلد ۳۳، ص ۱۹۱ طبع بیروت ۱۳۶۹ھ میں ہے کہ جناب زینب دنیا کی فاضل ترین عورتوں میں سے تھیں اور آپ کے فضائل ومناقب اس درجہ شہرت رکھتے ہیں جن کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں "عیاں راچہ بیاں" مظفر معارف کا کہنا ہے کہ **"ازمیان دختران ہیچکس از اولین و آخرین بعد فاطمہ زہرا علیہا السلام برتبہ و منزلت حضرت زینب نرسد"** یعنی اولین و آخرین میں کوئی بھی بیٹی بعد زہرا سلام اللہ علیہا جناب زینب علیہا السلام کے رتبہ ومنزلت کو نہ پہنچ سکی (زندگانی قمر بنی ہاشم، ص ۴۴ طبع ایران)

آپ کی ولادت باسعادت: مروی ہے کہ جب زینب بنت علی علیہ السلام متولد ہوئیں اور جناب رسول خدا ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ بیٹی فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا نور نظر بچی کو میرے قریب لے آؤ جب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں بچی حاضر کی گئی تو آپ نے اسے سینے سے لگایا اور اس کے رخسار پر رخسار رکھ کر اس قدر گریہ کیا کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی جناب سیدہ نے عرض کی بابا جان خدا آپ کو کبھی نہ رلائے آپ کیوں رو پڑے ارشاد فرمایا اے راحت جان یہ بچی تیرے بعد متعدد تکلیفوں اور مختلف مصائب وآلام میں مبتلا ہوگی یہ سننا تھا کی آپ بے اختیار رونے لگیں اور پوچھا اس کے مصائب پر گریہ کرنے کا کیا اجر ہے فرمایا وہی ثواب ہوگا جو میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے مصائب سے متاثر ہونے والے کا ہوگا پھر آپ نے اس بچی کا نام زینب رکھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس وقت فاطمہ زہراؑ سے زینب متولد ہوئیں حضرت رسول خدا ﷺ مدینے میں تشریف نہیں رکھتے تھے جناب سیدہ نے اپنے شوہر نامدار حضرت علی علیہ السلام سے بچی کے نام رکھنے کو فرمایا آپ نے جواب دیا میں اسم گذاری میں آنحضرت ﷺ پر سبقت نہیں کرسکتا غرض کہ جب تین روز کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو امیر المومنین علیؑ نے بچی کی خبر مسرت سناتے ہوئے نام تجویز کرنے کو فرمایا آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا اگر چہ فرزندان فاطمہ میری ہی اولاد ہیں مگر میں نام گذاری میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کرسکتا یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور بعد تحفہ درود وسلام کے ارشاد فرمایا اے اللہ کے رسول **"سمّ ھٰذہ المولودۃ زینب"** آپ اس بچی کا نام زینب رکھ دیجیے (الطراز المذ ھب ص ۴۴ طبع ایران و کبریت احمر جزء ۳، ص ۱۷ طبع ایران وزینب کبریٰ، ص ۳۲ و خصائص زینبیہ، ص ۱۷ طبع نجف اشرف) بہاء الملۃ والدین علامہ شیخ بہائی رضوان اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسنین علیہم السلام ران راست اور زینب وام کلثوم ران چپ سے متولد ہوئی تھیں (کشکول شیخ بہائی وخصائص زینبیہ)

حضرت زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا: آفتابِ صبر، وقارِ عصمت

مولانا سید علی ہاشم عابدی

5 جمادی الاول، سنہ 5 ہجری؛ مدینۂ منورہ کی فضاؤں میں رحمت کی خوشبو، بیتِ وحی ونبوت میں مسرت کی روشنی، اور آغوشِ عصمتِ کبریٰ میں ایک ایسی شہزادی کی آمد کہ جس کی پیشانی پر تقدیر نے صبر کی عظمت، بصیرت کی تابندگی اور حق کی پاسبانی کا عنوان رقم کردیا۔ یہ محض ایک ولادت نہ تھی؛ تاریخ کے افق پر ایک ایسے آفتاب کا طلوع تھا جس کی کرنیں کربلا کے ریگزار سے گزر کر کوفہ وشام کے ایوانوں تک پہنچیں گی، جس کی گونج صدیوں کے فاصلے عبور کرے گی، اور جس کا کردار ہر عہد کے مظلوم، ہر دور کے حق گو اور ہر بیدار ضمیر کے لئے چراغِ راہ بنے گا۔

یہ ولادت تھی حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی؛ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی، امیر المؤمنین امام علی مرتضیٰ علیہ السلام کی دخترِ زینت، سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نورِ نظرِ ثانی اور پروردۂ مکتبِ وحی وامامت کی۔ وہ شہزادی جس کی رگوں میں شجاعتِ حیدری، جس کے دامن میں طہارتِ فاطمی، جس کے افقِ فکر پر حکمتِ نبوی اور جس کے کردار میں بندگی واستقامت کی وہ جلوہ گری تھی جس نے مصائب کی تاریکیوں میں بھی حق کا چراغ فروزاں رکھا۔

زینبؑ! یہ نام لیتے ہی تاریخ کے اوراق پر ایک ایسی تصویر ابھرتی ہے جس میں آنسو بھی ہیں، مگر شکست نہیں؛ غم بھی ہے، مگر ناامیدی نہیں؛ اسیری بھی ہے، مگر غلامی نہیں؛ اور مصائب کے پہاڑ بھی ہیں، مگر عزم ویقین کی وہ رفعت ہے جس کے سامنے جبر کے ایوان اپنی تمام تر ہیبت کے باوجود بے معنی دکھائی دیتے ہیں۔

آپؑ کے معروف القاب و اوصاف بی عقیلۂ بنی ہاشم، عقیلۂ طالبیین، عالمۂ غیر معلّمہ، عارفہ، عابدہ، فاضلہ، کاملہ، صابرہ، شریکۃ الحسین اور ام المصائب بی آپؑ کی شخصیت کے مختلف آفاق کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ محض تعظیمی کلمات نہیں، بلکہ ایک ایسی حیاتِ طیبہ کے عنوانات ہیں جس نے علم کو بصیرت، عبادت کو اخلاص و روحانیت، عفت کو وقار، صبر کو قوت اور حق گوئی کو عبادتِ الٰہی کی عملی تفسیر بنا دیا۔

عقیلۂ بنی ہاشم! آپؑ کی شخصیت کا یہ عنوان اس عقل وتدبیر، متانت و وقار اور بلندیٔ فکر کی یاد دلاتا ہے جو حالات کے طوفان میں بھی راستہ پہچانتی ہے۔ عقل جب ایمان سے روشن ہو، علم جب اخلاق سے آراستہ ہو اور بصیرت جب رضائے الٰہی کی تابع ہو، تو انسان صرف اپنے زمانے کا تماشائی نہیں رہتا، بلکہ تاریخ کی سمت متعین کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ عظمت کا معیار محض اقتدار، دولت یا ظاہری قوت نہیں؛ اصل عظمت وہ ہے جو انسان کو سخت ترین آزمائش میں بھی اپنے مقصد سے منحرف نہ ہونے دے۔

عالمۂ غیر معلّمہ! اس تعبیر میں معرفت کا ایک روشن جہان آباد ہے۔ آپؑ نے جس گھرانے میں پرورش پائی، وہاں علم کتابوں کے اوراق تک محدود نہ تھا؛ وہ کردار میں ڈھلتا، عبادت میں نکھرتا، عدل میں جلوہ گر ہوتا اور زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات، امیر المؤمنین علیہ السلام کی حکمت اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طہارت وبصیرت کے اس نورانی ماحول میں آپؑ کی شخصیت پروان چڑھی۔ چنانچہ آپؑ کا علم محض معلومات کا ذخیرہ نہ تھا، بلکہ حق کو پہچاننے، باطل کو بے نقاب کرنے اور ضمیرِ انسانی کو بیدار کرنے والی قوت تھا۔

عابدۂ آلِ علیؑ! آپؑ کی بندگی اس حقیقت کا استعارہ ہے کہ خدا سے مضبوط تعلق رکھنے والا دل مصائب کے ہجوم میں بھی اپنی معنویت نہیں کھوتا۔ عبادت صرف محراب کی خلوت کا نام نہیں؛ کبھی یہی عبادت صبر کی صورت اختیار کرتی ہے، کبھی حق کی گواہی بن جاتی ہے، کبھی مظلوم کی حمایت میں آواز اٹھاتی ہے، اور کبھی طوفانوں کے درمیان ایمان کی شمع کو بجھنے نہیں دیتی۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت اسی عبادت کی تصویر ہے جس میں روحانیت زندگی سے فرار نہیں، بلکہ زندگی کی دشواریوں میں رضائے الٰہی کی جستجو ہے۔

پھر تاریخ کا وہ دن آیا جب کربلا کی سرزمین نے حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خون سے دین کی حرمت، انسانی شرف اور حق کی سربلندی کا باب رقم کیا؛ اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس عظیم قربانی کے پیغام کو خاموشی کے سپرد ہونے سے محفوظ رکھا۔ کربلا میں تلواریں خاموش ہوئیں تو خطابت نے زبان کھولی؛ خیموں پر مصائب اترے تو بصیرت نے سر اٹھایا؛ عزیزوں کے لاشے سامنے آئے تو ایمان نے اپنے قدم مضبوط کئے؛ اور اسیری کے راستے کھلے تو حق کی آواز نے قصرہائے ظلم کا رخ کیا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں "شریکۃ الحسینؑ" کی معنویت تاریخ کے افق پر روشن ہوتی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی بعد از عاشورا جدوجہد، حق کی ایک ایسی تاریخ کے دو مربوط باب ہیں جنہیں الگ کرکے کربلا کے پیغام کی پوری معنویت نہیں سمجھی جاسکتی۔ ایک نے اپنے خون سے حق کی گواہی ثبت کی، دوسری نے اپنے خطبات، کردار اور استقامت سے اس گواہی کو زمانے کے حافظے میں محفوظ کیا۔ ایک کا لہو میدانِ کربلا میں بہا، دوسری کی آواز نے اس لہو کو فراموشی کے اندھیروں میں گم ہونے نہ دیا۔

کوفہ کے مجمع میں آپؑ کا خطاب محض ایک خطیبہ کی فصاحت نہیں تھا؛ وہ ایک زخمی مگر بیدار ضمیر کی صدا تھی، جو غفلت کے پردوں کو چاک کرتی اور انسان کو اس کی اخلاقی ذمہ داری یاد دلاتی ہے۔ دربارِ ابن زیاد میں آپؑ کی جرأت نے واضح کیا کہ اقتدار کی بلندی کسی کو حق و باطل کا معیار نہیں بنا دیتی۔ پھر شام کے دربار میں آپؑ کی حق گوئی نے اس حقیقت کو مزید نمایاں کیا کہ ظلم کی چمک دمک، حق کی روشنی کو ماند نہیں کرسکتی۔ ایوانوں میں تخت وتاج موجود تھے، مگر تاریخ کی نگاہ اس خاتون پر مرکوز تھی جس کے پاس نہ لشکر تھا، نہ اقتدار، نہ دنیاوی وسائل؛ اس کے پاس ایمان تھا، معرفت تھی، کربلا کی گواہی تھی اور وہ زبان تھی جسے خوف خاموش نہ کرسکا۔

ام المصائب! یہ لقب آپؑ کی زندگی پر گزرنے والے حوادث کی شدت کی یاد دلاتا ہے، مگر آپؑ کی عظمت کا خلاصہ صرف مصائب برداشت کرنا نہیں۔ اصل عظمت یہ ہے کہ انسان غم کے سمندر میں اترے، مگر اپنے مقصد کی کشتی کو ڈوبنے نہ دے؛ دل پر زخموں کی بارش ہو، مگر زبان حق سے خالی نہ ہو؛ نگاہوں کے سامنے عزیزوں کی جدائی ہو، مگر خدا کی حکمت اور رضائے الٰہی پر یقین متزلزل نہ ہو۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا صبر بے حسی نہیں تھا، ان کی خاموشی کمزوری نہیں تھی، ان کے آنسو شکست کی علامت نہیں تھے؛ یہ سب ایک ایسے قلبِ مطمئن کی کیفیات تھیں جس کی وابستگی دنیا کے عارضی سہاروں سے بڑھ کر ربِّ کائنات سے تھی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت عورت کی عظمت کے بارے میں قائم محدود تصورات کو بھی چیلنج کرتی ہے۔ آپؑ نے عفت وحیا کے ساتھ علم ومعرفت، وقار کے ساتھ جرأت، عبادت کے ساتھ سماجی ذمہ داری اور حجاب کے ساتھ حق گوئی کی ایسی مثال قائم کی جس میں نسوانی عظمت اور انسانی آزادی ایک دوسرے کی تکمیل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپؑ کی شخصیت بتاتی ہے کہ عفت انسان کی آواز کو کمزور نہیں کرتی، حیا شعور کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتی، اور دینی وقار ظلم کے سامنے سر جھکانے کا نام نہیں۔

آج بھی دنیا کے گوشوں میں جب مظلوموں کی چیخیں بلند ہوتی ہیں، جب اقتدار کے ایوانوں میں سچ کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے، جب علم سے محروم معاشرے تعصب کی تاریکیوں میں بھٹکتے ہیں، اور جب انسان مصلحت کے نام پر اپنے ضمیر سے سمجھوتا کرنے لگتا ہے، تو سیرتِ زینبیؑ ایک سوال بن کر سامنے آتی ہے: کیا ہم حق کو پہچاننے کے باوجود اس کی گواہی دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں؟ کیا ہم مصیبت کے وقت اپنے مقصد کو یاد رکھتے ہیں؟ کیا ہمارے علم میں بصیرت، ہماری عبادت میں اخلاص، ہماری زبان میں صداقت اور ہمارے کردار میں عدل موجود ہے؟

ولادتِ باسعادتِ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا جشن اسی وقت حقیقی معنویت اختیار کرتا ہے جب ان کے نام کے ساتھ ان کے پیغام کو بھی اپنی زندگیوں میں جگہ دی جائے؛ جب ہماری بیٹیاں علم وعفت کی دولت سے آراستہ ہوں، ہمارے گھر تربیت ومعرفت کے مراکز بنیں، ہمارے معاشرے میں مظلوم کی حمایت کو اخلاقی فریضہ سمجھا جائے، اور ہماری زبانیں سچائی، انصاف اور احترامِ انسانیت کی ترجمان بنیں۔

سلام اے زینبؑ! اے دخترِ حیدرِ کرارؑ، اے پروردۂ آغوشِ فاطمہؑ، اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی، اے عقیلۂ بنی ہاشم، اے عالمۂ غیر معلّمہ، اے عابدہ وصابرہ، اے کربلا کی امین اور حق کی پاسبان!

سلام اس عزم پر جو مصائب سے بلند رہا؛ سلام اس بصیرت پر جس نے فریبِ اقتدار کے پردے چاک کئے؛ سلام اس خطابت پر جس نے خاموش تاریخ کو زبان عطا کی؛ اور سلام اس کردار پر جس نے دنیا کو سمجھایا کہ شہادت اگر حق کی گواہی ہے تو اس گواہی کی حفاظت بھی ایک عظیم ذمہ داری ہے۔

کربلا میں خون نے تاریخ لکھی، حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس تاریخ کو صدائے ابدیت عطا کی؛ امام حسین علیہ السلام نے حق کے لئے سر دیا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس حق کی گواہی کو زمانے کے سپرد کیا۔

ولادت باسعادت حضرت زینب سلام اللہ علیہا بہت بہت مبارک ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سرسید شناسی اور ان کا تعلیمی نظریہ

سید قمر عباس قنبر نقوی، نئی دہلی

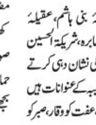

سرسید احمد خاں برصغیر کی اُن عظیم علمی واصلاحی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو جدید تعلیم، فکری بیداری اور خود اعتمادی کی راہ دکھائی۔ ان کا تعلیمی نظریہ عقل وایمان، جدید علوم اور دینی اقدار کے درمیان ہم آہنگی پر مبنی تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی مسلمان جدید سائنسی علوم اور انگریزی زبان میں مہارت حاصل کریں، لیکن اپنی اسلامی شناخت، اخلاقی اقدار اور تہذیبی ورثے سے غافل نہ ہوں۔

سرسید کے نزدیک تعلیم کا مقصد محض معلومات میں اضافہ نہیں، بلکہ انسان کی فکری، اخلاقی اور عملی تربیت بھی ہے۔ وہ ایسے باشعور، باکردار اور خوددار نوجوان کی تشکیل چاہتے تھے جو جدید علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ اپنے دین اور تہذیب سے بھی وابستہ رہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید اور کائنات کے مطالعے میں بنیادی تضاد نہیں؛ سائنسی علوم کائنات کے حقائق کو سمجھنے اور قدرتِ الٰہی پر غور کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

اسی نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انھوں نے اداروں کے قیام اور اجتماعی کوششوں کا راستہ اختیار کیا۔ علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم قائم کیا گیا، جو بعد میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج اور بالآخر 1920ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ یہ ادارہ سرسید کے خواب اور دوراندیشی کی روشن یادگار ہے۔

دینی تعلیم، رواداری اور کردار سازی

سرسید کے تعلیمی تصور میں جدید علوم کے ساتھ دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کو بھی اہم مقام حاصل تھا۔ علی گڑھ کے تعلیمی نظام میں انگریزی، سائنس اور دیگر جدید مضامین کے ساتھ دینیات کو بھی شامل کیا گیا۔ سنی اور شیعہ طلبہ کی مذہبی تعلیم کے لیے الگ انتظامات کیے گئے، جو بعد میں سنی اور شیعہ دینیات کے مستقل شعبوں میں تبدیل ہوئے اور آج فیکلٹی آف تھیالوجی کا حصہ ہیں۔ یہ انتظام اس بات کی علامت تھا کہ مسلکی اختلاف کے باوجود تعلیم، تعاون، باہمی احترام اور اجتماعی ترقی کے راستے کھلے رہنے چاہئیں۔

سرسید طلبہ کی کردار سازی اور عملی تربیت کو بھی بنیادی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک جدید علوم کے ساتھ اخلاق، نظم وضبط، احساسِ ذمہ داری اور تہذیبی شعور ضروری ہیں۔ اسی لیے اقامتی تعلیم اور ہاسٹل کی زندگی کو بھی اہمیت دی گئی، جہاں طلبہ اجتماعی زندگی اور باہمی تعاون سیکھتے تھے۔

آج بھی سرسید کا نظریہ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ جدید دنیا میں سائنسی علوم، تحقیق، ٹیکنالوجی اور پیشہ ورانہ مہارتیں ضروری ہیں، لیکن ان کے ساتھ اخلاقی شعور، مذہبی و تہذیبی شناخت اور انسانی اقدار کی حفاظت بھی لازم ہے۔ سرسید کا پیغام جدیدیت اور اپنی تہذیبی جڑوں میں تعمیری ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔

سرسید شناسی: حیات وخدمات

سرسید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہ ممتاز مفکر، مصلح اور علی گڑھ تحریک کے بانی تھے۔ ان کے والد سید محمد متقی، المعروف میر متقی دہلوی، والدہ عزیز النساء اور اہلیہ پارسا بیگم، المعروف مبارک بیگم تھیں۔ ان کا تعلق دہلی کے ایک نجیب الطرفین سید خاندان سے تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت فاطمہ زہرا کی پاک و پاکیزہ نسل حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملتا ہے اور یہی شجرۂ نسب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد میں ان کے مرقد پر نصب ہے۔

سرسید نے سرکاری ملازمت کے دوران بجنور، آگرہ، مرادآباد، غازی پور اور بنارس سمیت مختلف مقامات پر خدمات انجام دیں۔ ان تجربات سے انھیں ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی صورتِ حال کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ جدید تعلیم سے دوری اور فکری جمود مسلمانوں کی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان کی نگاہ میں تعلیم روزگار کے ساتھ قوم میں وقار، خود اعتمادی اور ترقی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی تھی۔

اسی مقصد کے تحت انھوں نے 1864ء میں غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی اور علمی کتابوں کے تراجم و اشاعت کو فروغ دیا۔ دسمبر 1870ء میں رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا، جس کے ذریعے سماجی اصلاح، اخلاقی بیداری، جدید فکر اور ذوقِ مطالعہ کو فروغ دینے کی کوشش کی۔

علی گڑھ میں جدید تعلیمی ادارے کا قیام ان کی علمی و اصلاحی کوششوں کا نقطۂ عروج تھا۔ مدرسۃ العلوم بعد میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج بنا اور 1920ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صورت میں ایک وسیع تر علمی شناخت حاصل کی۔ اس طرح سرسید کا خواب ایک ایسی تحریک بن گیا جس نے برصغیر کے تعلیمی، سماجی اور فکری منظرنامے پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

1888ء میں برطانوی حکومت نے ان کی خدمات کے اعتراف میں انھیں خطابِ سر سے نوازا۔ سرسید 27 مارچ 1898ء کو وفات پا گئے اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ ان کی زندگی پختہ عزم، مسلسل جدوجہد اور اجتماعی بھلائی کے جذبے کی روشن مثال ہے۔

سرسید کا حقیقی خراجِ عقیدت

17 اکتوبر کو سرسید کے یومِ ولادت پر علمی دنیا انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور علیگ برادری کے لیے یہ دن صرف ایک عظیم شخصیت کی سالگرہ نہیں بلکہ اس تعلیمی تحریک کے مقاصد پر غور کرنے کا موقع بھی ہے۔

سرسید نے اپنی ذاتی زندگی کے ساتھ اجتماعی اصلاح اور قوم کی تعلیمی ترقی کو بھی اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا۔ انھوں نے حالات کی شکایت کرنے کے بجائے انھیں بدلنے کی کوشش کی۔ اس لیے ہمیں خود سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ اپنی قوم، معاشرے اور آنے والی نسلوں کے لیے ہم نے کیا کیا؟ علم کے فروغ، طلبہ کی رہنمائی، اخلاقی تربیت اور اجتماعی ترقی میں ہمارا کتنا حصہ ہے؟

جو شخص یہ سوال اپنے ضمیر کے سامنے رکھتا ہے، وہ سرسید کی فکر کو محض تاریخی یادگار نہیں سمجھتا بلکہ اسے اپنی عملی زندگی کا رہنما بناتا ہے۔ یہی سرسید کے حقیقی وارث ہونے کی علامت ہے۔

سرسید کی فکر سے منسوب یہ تصور کہ مسلمانوں کے ایک ہاتھ میں سائنس، دوسرے میں فلسفہ اور سر پر کلمۂ توحید کا تاج ہو، علم، ایمان اور کردار کے امتزاج کی علامت ہے۔ سرسید نے اس خواب کے لیے سوسائٹیاں قائم کیں، علمی رسائل جاری کیے، تعلیمی ادارے قائم کیے اور لوگوں کو ایک مقصد کے لیے متحد کیا۔

آج ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تعلیمی سوسائٹیاں، لائبریریاں، کوچنگ مراکز اور وظائف کے نظام کو فروغ دینا چاہیے، تاکہ مالی وسائل کی کمی کسی مستحق طالب علم کی تعلیم میں رکاوٹ نہ بنے۔ نئی نسل کو تحقیق کی طرف راغب کرنا اور کمزور طبقات کے لیے علمی ترقی کی راہیں کھولنا ہی سرسید کے مشن سے حقیقی وابستگی ہے۔

سرسید بننا آسان نہیں، لیکن ان کی فکر سے رہنمائی حاصل کرنا اور اپنی استطاعت کے مطابق علمی وسماجی خدمات انجام دینا ممکن ہے۔ احساسِ ذمہ داری، خلوصِ نیت، مستقل مزاجی اور مضبوط ارادہ ہی روشن مستقبل کی بنیاد ہیں۔

علی گڑھ میں سرسید ڈے کی تقریبات سرسید احمد خاں کا یومِ ولادت، سرسید ڈے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی علمی وتہذیبی زندگی کا اہم موقع ہے۔ اس دن علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعے بابِ جامعہ کی خدمات اور علی گڑھ تحریک کے مقاصد کو یاد کیا جاتا ہے۔ علیگ برادری بھی دنیا کے مختلف حصوں میں یہ دن عقیدت واحترام سے مناتی ہے۔ سرسید ڈے کے موقع پر یونیورسٹی میں مختلف تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ تقریبات عشائیے تک محدود رہتی ہیں، تاہم ان میں سرسید کی یاد، ان کی قبر پر حاضری اور تلاوتِ قرآن مجید، علمی و ادبی پروگرام، تقریری وتحریری مقابلے، کتابوں اور تصاویر کی نمائش اور خصوصی جلسے شامل ہوتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کی اصل اہمیت اسی وقت ہے جب یہ نئی نسل کو سرسید کے تعلیمی مشن سے جوڑیں۔ تقریری وتحریری مقابلوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلبہ کو سرسید ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔ راقم الحروف کے لیے یہ باعثِ مسرت و افتخار ہے کہ اسے 1982ء میں پہلا سرسید ایوارڈ حاصل کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ سرسید کی زندگی، فکر اور خدمات سے متعلق کتابوں اور تصاویر کی نمائش بھی منعقد ہوتی ہے اور کینیڈی ہال میں خصوصی جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن میں جامعہ کی قیادت، علمی و ادبی شخصیات اور سابق طلبہ شرکت کرتے ہیں۔ سجاوٹ، گل پوشی، چراغاں اور عشائیہ کی اپنی سماجی وتہذیبی اہمیت ہے، لیکن سرسید ڈے کی اصل کامیابی اس کے علمی اور عملی نتائج سے متعین ہونی چاہیے۔ طلبہ اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں، علم وتحقیق میں آگے بڑھیں، اخلاق و کردار میں ممتاز ہوں اور معاشرے کی تعمیر میں مؤثر کردار ادا کریں، تو یہی سرسید کے خواب کی حقیقی تعبیر ہوگی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ اگر طب، سائنس، قانون، ٹیکنالوجی، ادب، سماجی علوم اور دیگر شعبوں میں نمایاں مقام حاصل کریں، تحقیق و اختراع کو فروغ دیں اور اپنی صلاحیتیں انسانی خدمت کے لیے وقف کریں تو یہی سرسید کے خواب کی تکمیل ہے۔ سرسید ڈے پر ہمیں عہد کرنا چاہیے کہ ان کی یاد کو محض تقریبات تک محدود نہیں رکھیں گے بلکہ ان کے تعلیمی نظریے کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دیں گے۔ یہی علی گڑھ تحریک کی روح، سرسید کے لیے حقیقی خراجِ عقیدت اور ملک وملت کی علمی، اخلاقی وسماجی ترقی کا راستہ ہے۔

☆☆☆☆

انقلاب

منہال اعظمی لکھنؤ

پھر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جوانان انقلاب
پل بھر بھی اب رکے گا نہ طوفان انقلاب

جب تک رگوں میں آخری قطرہ ہے خون کا
ہم سینچتے رہیں گے گلستان انقلاب

ہاتھوں میں لیکے اپنے ترنگا، بڑھے چلو
ہوگی نہ کم جہاں میں کبھی شان انقلاب

اب تخت اقتدار سے تم کو اتار کر
پورا یونہی کریں گے ہم ارمان انقلاب

زخموں کی اپنے شمع جلائیں گے کو بہ کو
کیا خوب جگمگائے گا ایوان انقلاب

جوش و خروش صبر و وفا، کو ※ سار عزم
ہم ساتھ اپنے لائے ہیں سامان انقلاب

دل میں شہادتوں کی امنگیں ہیں بے قرار
سینہ سپر ہیں ہم سر میدان انقلاب

نکلے ہیں تن و دھن بچانے کے واسطے
ہوگا ہمالیہ سے اب اعلان انقلاب

دشمن کو ہم نے خون کے آنسو رلائے ہیں
تاریخ نے یہ دیکھا ہے دوران انقلاب

اب راہ احتجاج پہ منہال چل پڑو
تم کو بھی ہو ہی جائے گا عرفان انقلاب

☆☆☆☆

پیغام سرسید

صدیقی اقبال
شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
+91 94124 59265

سرسید کے عہد میں سیکولرزم کا تصور آج کے آئینی مفہوم سے مختلف تاریخی پس منظر رکھتا تھا۔ اس لیے ان کی فکر کو موجودہ اصطلاحات میں لفظ بہ لفظ بیان کرنے کے بجائے ان کے بنیادی نظریات کو سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ عقل پسندی، مذہبی رواداری، باہمی احترام اور مشترکہ سماجی مفاد کے بارے میں ان کی سوچ آج کے جمہوری اور سیکولر ہندوستان کے لیے بھی اہم ہے۔

محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پہ جو نہ آسکے، ان افسانوں کو نہ چھیڑ

علامہ اقبال کا یہ شعر آج کے ہندوستان کے سماجی اور قومی حالات میں غیر معمولی معنویت رکھتا ہے۔ یہ ہمیں تاریخ کو فراموش کرنے کا نہیں بلکہ ماضی کی تلخیوں کو حال اور مستقبل پر مسلط نہ کرنے کا پیغام دیتا ہے۔ تاریخ سے سبق حاصل کرنا ضروری ہے لیکن پرانے تنازعات کو نفرت کا ذریعہ بنا کر نئی نسل کو تقسیم کرنا کسی بھی معاشرے کے مفاد میں نہیں۔

۱۷؍اکتوبر کو سرسید احمد خاں کے یوم پیدائش کے موقع پر اس شعر کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ سرسید نے ۱۸۵۷ء کے بعد کے مشکل حالات میں مایوسی اور تصادم کے بجائے علم، عقل، اصلاح اور مستقبل کی تعمیر کا راستہ اختیار کیا۔ ان کی فکر کا بنیادی سبق یہ تھا کہ معاشرے کی ترقی کے لیے تعصب سے نکلنا، حالات کو سمجھنا اور اختلافات کے باوجود آگے بڑھنا ضروری ہے۔

آج کے ہندوستان میں سرسید کے پیغام کو اسی تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کی اصل طاقت اس کی تہذیبی رنگارنگی، مذہبی تنوع اور مشترکہ قومی زندگی میں پوشیدہ ہے۔ یہاں مختلف مذاہب، زبانوں اور ثقافتوں کے لوگ صدیوں سے آباد ہیں۔ یہ تنوع ہماری کمزوری نہیں، ہماری طاقت ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی شناخت اور حقوق کا احترام کریں۔

بدقسمتی سے جب مذہبی اور سماجی اختلافات کو باہمی بداعتمادی اور نفرت میں بدل دیا جاتا ہے تو قومی یکجہتی متاثر ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اختلاف کو دشمنی نہ بننے دیا جائے اور ماضی کے واقعات کو موجودہ نسلوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

اقبال کے شعر کا اصل پیغام بھی یہی ہے کہ نئی محفل کو پرانی تلخیوں کا اسیر نہ بنایا جائے۔ اس کا مطلب تاریخ کو بھول جانا نہیں بلکہ تاریخ کو سمجھتے ہوئے مستقبل کی طرف بڑھنا ہے۔ نئی نسل کو ماضی کے تنازعات کا وارث بنانے کے بجائے اسے ایک بہتر پُرامن اور ترقی یافتہ ہندوستان کی تعمیر کے لیے تیار کرنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

سرسید کے عہد میں سیکولرزم کا تصور آج کے آئینی مفہوم سے مختلف تاریخی پس منظر رکھتا تھا۔ اس لیے ان کی فکر کو موجودہ اصطلاحات میں لفظ بہ لفظ بیان کرنے کے بجائے ان کے بنیادی نظریات کو سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ عقل پسندی، مذہبی رواداری، باہمی احترام اور مشترکہ سماجی مفاد کے بارے میں ان کی سوچ آج کے جمہوری اور سیکولر ہندوستان کے لیے بھی اہم ہے۔

سیکولرزم کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ شہریوں کے حقوق اور عزت و وقار کو ان کے مذہب کی بنیاد پر تقسیم نہ کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے عقیدے پر قائم رہنے اور دوسروں کے عقائد کا احترام کرنے کا حق حاصل ہو۔ قومی یکجہتی کا مطلب یہ نہیں کہ تمام شہری اپنی الگ شناختیں چھوڑ دیں بلکہ یہ ہے کہ مختلف شناختوں کے باوجود وہ ایک دوسرے کے حقوق اور ملک کے مشترکہ مفادات کا احترام کریں۔

سرسید کو صرف علی گڑھ یا کسی ایک برادری کی شخصیت سمجھنا ان کی تاریخی اہمیت کو محدود کرنا ہوگا۔ ان کی فکر ہندوستانی معاشرے کے لیے ایک وسیع پیغام رکھتی ہے۔ ترقی کے لیے تعلیم اور عقل کے ساتھ رواداری اور سماجی ہم آہنگی بھی ضروری ہے۔

آج ہندوستان کو بے روزگاری، معاشی نابرابری، تعلیم، صحت اور نوجوانوں کے مستقبل جیسے بڑے مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل کا تعلق کسی ایک مذہب یا برادری سے نہیں بلکہ پورے ملک سے ہے۔ ان کا حل بھی اسی وقت ممکن ہے جب معاشرتی باہمی اختلافات میں الجھنے کے بجائے مشترکہ مقاصد کے لیے کام کرے۔ میڈیا اور سیاسی و سماجی قیادت کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اسی زبان اور طرزِ عمل کو فروغ دیں جو لوگوں کو جوڑنے میں مددگار ہو۔ افواہوں، غیر مصدقہ اطلاعات اور اشتعال انگیز بیانیوں سے معاشرتی اعتماد کو نقصان پہنچتا ہے اس کے برعکس حقائق، مکالمے اور ذمہ دارانہ اظہار سے اختلافات کو تصادم بننے سے روکا جاسکتا ہے۔

۱۷؍اکتوبر کو سرسید احمد خان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا حقیقی مفہوم صرف تقریبات منعقد کرنا نہیں بلکہ ان کے پیغام کو اپنے عہد میں زندہ رکھنا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم نئی نسل کو تعصب اور بداعتمادی دے رہے ہیں یا علم، رواداری اور مشترکہ مستقبل کا شعور۔

آج ہندوستان کو ماضی کی نفرتوں سے زیادہ مستقبل کی امیدوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں تاریخ سے سیکھنا ہے لیکن اس کے تنازعات کو نئی نسل کی تقدیر نہیں بنانا۔ اپنی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کی شناخت کا احترام کرنا اور اختلافات کے باوجود مکالمے کے دروازے کھلے رہنا ہی ایک مضبوط جمہوری معاشرے کی پہچان ہے۔

اقبال کا یہ شعر ہمارے لیے واضح پیغام رکھتا ہے۔

محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پہ جو نہ آسکے، ان فسانوں کو نہ چھیڑ

آج سرسید کو یاد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم علم کو فروغ دیں، عقل کو رہنما بنائیں، سماجی رواداری کو مضبوط کریں اور ہندوستان کے تنوع کو اس کی قومی طاقت تسلیم کریں۔

ماضی سے سبق حاصل کیجیے، مگر مستقبل کو ماضی کے جھگڑوں کے نام مت کیجیے، یہی سرسید کی فکر کی آج کے ہندوستان میں معنویت اور قومی یکجہتی کی مبادی ضرورت ہے۔

○○○

سرسید کی وراثت: تعلیم، اصلاح اور تعمیر وطن

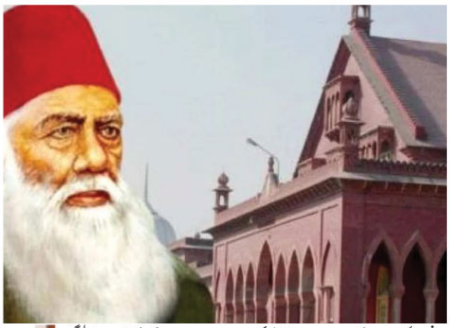

عمر سلیم پیرزادہ

1857 کے انقلابی دور سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے خواب تک، سرسید احمد خاں کا پیغام آج بھی نئی نسلوں کو تعلیم، سائنسی فکر اور سماجی ذمہ داری کے ذریعے مستقبل کی تیاری کی دعوت دیتا ہے۔

یوم سرسید محض علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (اے ایم یو) کے بانی سرسید احمد خاں کو یاد کرنے کا موقع نہیں، بلکہ اس دوراندیش مصلح کی فکر اور مشن پر غور کرنے کا بھی دن ہے، جنہوں نے ہندوستان کی تاریخ کے ایک انتہائی پُرآشوب دور میں تعلیم کو سماجی اصلاح اور تعمیرِ وطن کی ایک مؤثر تحریک میں تبدیل کر دیا۔ سرسید احمد خاں کے وژن کو سمجھنے کے لیے ہمیں 1857 کے اُس تاریخی دور کی طرف رخ کرنا ہوگا، جب بغاوت نے ہندوستانی معاشرہ کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اودھ، جس کا مرکز لکھنؤ تھا، مزاحمت کے اہم مراکز میں شامل تھا۔ اس ہنگامہ خیز دور کے گہرے سیاسی، سماجی اور معاشی اثرات مرتب ہوئے، جنہوں نے باشعور ہندوستانیوں کو اپنے معاشرے کے حالات اور مستقبل کے چیلنجوں پر ازسرِ نو غور کرنے پر مجبور کیا۔

سرسید نے ایسا راستہ اختیار کیا جس نے آنے والی نسلوں کی سمت متعین کی۔ انہوں نے مایوسی کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے تعلیم، فکری اصلاح اور جدید علوم سے وابستگی کو ترجیح دی۔ ان کی معروف تصنیف 'اسبابِ بغاوتِ ہند' انقلاب 1857 کے پس منظر اور اسباب کا تجزیہ پیش کرتی ہے۔ یہ تصنیف اس بات کی عکاس ہے کہ سرسید محض حالات پر افسوس کرنے کے بجائے ان کی حقیقت کو سمجھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے لکھنؤ اور علی گڑھ کا باہمی تعلق تاریخی اعتبار سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں اودھ نے 1857 کی شورش اور ہنگامہ آرائی کا مشاہدہ کیا، وہیں علی گڑھ ان چیلنجوں کے مقابلے میں سرسید کے تعلیمی اور فکری جواب کا مرکز بن کر ابھرا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ماضی کی تلخیوں میں قید رہ کر مستقبل کو محفوظ نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے لیے جدید سائنسی تعلیم، فکری اعتماد اور اخلاقی اقدار سے وابستگی ضروری ہے۔

اسی یقین نے تحریکِ علی گڑھ کو جنم دیا۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا قیام اس تحریک کا ایک اہم سنگِ میل تھا، جو آگے چل کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ تاہم، سرسید کی خدمات صرف ایک تعلیمی ادارے کے قیام تک محدود نہیں تھیں۔ وہ مؤرخ، مصنف، ماہرِ تعلیم اور مصلحِ معاشرہ تھے، جنہوں نے عقل، تحقیق اور فکری بیداری کے ذریعے معاشرے کو بدلنے کی کوشش کی۔

ان کی تصنیف 'آثارالصنادید' دہلی کی تاریخی عمارتوں، آثارِ قدیمہ اور تعمیراتی ورثے کا ایک اہم دستاویزی ریکارڈ ہے۔ Loyal Mohammedans of India میں انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی وفاداری اور برطانوی انتظامیہ کے ساتھ ان کے تعلقات کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ ان کی تفسیر القرآن مذہبی تشریح اور عقلی غور و فکر سے ان کی وابستگی کی عکاس ہے، جبکہ ان کے رسالے تہذیب الاخلاق نے سماجی اور فکری اصلاح کے ایک اہم پلیٹ فارم کا کردار ادا کیا۔

اپنی تحریروں اور تعلیمی اقدامات کے ذریعے سرسید نے تحقیق، سائنسی مزاج اور سماجی ذمہ داری پر مبنی معاشرے کی تشکیل کی وکالت کی۔ ان کے وژن سے وابستہ تین اصول 'خالص اخلاق'، 'وسیع القلبی اور رواداری'، اور 'آزادانہ غور و فکر' آج بھی ہندوستانی معاشرے کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

وقت کے ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایک ایسے ادارے کے طور پر ترقی کرتی گئی جو مختلف خطوں، زبانوں، ثقافتوں اور برادریوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس کے طلبہ اور فارغ التحصیل افراد ہندوستان سمیت دنیا کے سو سے زائد ممالک میں مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی تنوع اور ہمہ گیر نمائندگی کے باعث اے ایم یو کو اکثر "منی انڈیا" کہا جاتا ہے۔ یہ یونیورسٹی بقائے باہمی، فکری تبادلے اور قومی یکجہتی کے امکانات کی عملی مثال ہے۔ تاہم، منی انڈیا ہونا محض فخر کی بات نہیں، بلکہ ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ یہ تصور ہمیں یاد دلاتا ہے کہ تنوع کے ساتھ باہمی احترام، علمی برتری اور وسیع تر معاشرے کی ترقی کے لیے مشترکہ عزم بھی ضروری ہے۔

سرسید کی وراثت کو سمجھنے کا ایک مؤثر طریقہ ان کے مشن کو ریلے ریس سے تشبیہ دینا ہے۔ انہوں نے ہندوستانی تاریخ کے ایک مشکل موڑ پر اس دوڑ کا بیٹن اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی تحریروں، اصلاحی کوششوں اور تعلیمی تحریک کے ذریعے اسے آگے بڑھایا۔ بعد کی نسلوں نے ان کے قائم کردہ ادارے کو مضبوط کیا، اور آج یہ بیٹن موجودہ نسل کے ہاتھوں میں ہے۔ ریلے ریس میں بیٹن محض تھامنے کے لیے نہیں ملتا، بلکہ اسے آگے پہنچانے کے لیے سونپا جاتا ہے۔ اسی لیے موجودہ نسل کو سرسید کے مشن کو اسی عزم، لگن اور مشنری جذبہ کے ساتھ آگے بڑھانا ہوگا۔ سرسید کو یاد رکھنا ضروری ہے، لیکن ان کے کام کو جاری رکھنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ ان کی وراثت ہمیں یادگاری تقریبات سے عملی اقدامات اور انفرادی کامیابی سے اجتماعی خدمت کی طرف بڑھنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اس سلسلے میں اے ایم یو کے سابق طلبہ کی ذمہ داری خاص طور پر اہم ہے۔ مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل انقلاب، بایوٹیکنالوجی اور جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں سابق طلبہ نوجوانوں کو تعلیم اور پیشہ ورانہ ترقی کے نئے مواقع فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ وظائف قائم کر سکتے ہیں، رہنمائی کے پروگرام شروع کر سکتے ہیں، انٹرن شپ کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں، تحقیق کی معاونت کر سکتے ہیں اور کاروباری صلاحیتوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے ماہرین ڈیجیٹل مہارتیں سکھا سکتے ہیں، سائنسدان تحقیق کو فروغ دے سکتے ہیں، ماہر ڈاکٹر نوجوان طبی فارغ التحصیل افراد کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور کاروباری شخصیات روزگار کے نئے مواقع وضع کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ سابق طلبہ کی انجمنوں (اولڈ بوائز) کو یونیورسٹی اور معاشرہ کے درمیان فعال پل کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ انہیں طلبہ کو پیشہ ورانہ نیٹ ورک سے جوڑنے اور جدت، تحقیق اور بین الاقوامی تعاون کے نئے راستے کھولنے کے لیے منظم کوششیں کرنی چاہئے۔ وقت، علم اور رہنمائی کی معمولی سی پیشکش بھی دیرپا تبدیلی کا سبب بن سکتی ہے۔

ہمارا وسیع تر مقصد یہ ہونا چاہیے کہ تعلیم سماجی ترقی، سائنسی فکر، ہم آہنگی اور قومی تعمیر کا مؤثر ذریعہ بنی رہے۔ نوجوانوں کو صرف ملازمت حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ موجد، محقق، کاروباری شخصیت اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے بھی تیار کیا جانا چاہیے۔

سرسید اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ معاشرے اسی وقت ترقی کرتے ہیں جب وہ اپنی نئی نسلوں کو مستقبل کے چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ان کا وژن ان کی اپنی زندگی تک محدود نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد آنے والی نسلوں کو مسلسل تحریک دینا تھا۔

آج اے ایم یو کے سابق طلبہ اور وسیع تر تعلیمی برادری کے ارکان کی حیثیت سے ہمیں محض ایک ادارہ یا ڈگری ورثے میں نہیں ملی ہے۔ ہمیں ایک بیٹن، ایک ذمہ داری اور ایک تبدیلی آفریں وژن کو محفوظ رکھنے، مضبوط بنانے اور آگے بڑھانے کا فریضہ سونپا گیا ہے۔

سرسید نے یہ بیٹن ہمت کے ساتھ اٹھایا۔ ہمارے پیش روؤں نے اسے عزم و وابستگی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اب ہماری باری ہے کہ ہم علم، رواداری، سائنسی فکر اور مشنری جذبہ کے ساتھ اسے آگے لے جائیں۔

سرسید احمد خاں کو سب سے بامعنی خراجِ عقیدت یہی ہوگا کہ آنے والی نسلیں فخر سے کہہ سکیں کہ ہم نے ان کی وراثت کو محض حاصل نہیں کیا، بلکہ اسے مزید آگے بڑھایا اور اس میں نئی جہتیں پیدا کیں۔ علی گڑھ کی شمعِ علم نسل در نسل روشن رہے، تعلیم مواقع میں تبدیل ہو، تنوع ہماری طاقت بنے اور علم تعمیرِ وطن کی ایک پائیدار قوت کے طور پر معاشرے کو منور کرتا رہے۔

سرسید کے تعلیمی خواب سے راجپوتانہ میں علم کی روشنی تک: راجستھان میں تعلیم کا اجالا

ایم آئی ظاہر، جے پور

تاریخ کی کچھ تحریکیں اپنے جغرافیہ سے کہیں زیادہ وسیع ہوتی ہیں۔ ان کا آغاز کسی ایک شہر سے ہوتا ہے، لیکن ان کی روشنی نسلوں، زبانوں اور خطوں تک پھیل جاتی ہے۔ علی گڑھ کی تعلیمی تحریک بھی ایسی ہی ایک تاریخی پہل تھی۔ سرسید احمد خان نے علم، سائنس، عقلیت اور جدید تعلیم کی وکالت کرتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ کسی سماج کی ترقی کے لیے ماضی کی عظمت کے ساتھ اپنے عہد کے علم، تحقیق اور نئے چیلنجوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

جو لوگ احساسِ برتری میں راجستھان کو بنجر زمین اور وہاں کے لوگوں کے ذہنوں کو بنجر سمجھتے ہیں، وہ یہاں کی تعلیمی تاریخ سے واقف نہیں۔ راجستھان نے اعلیٰ تعلیم کے میدان میں ملک اور بیرونِ ملک نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ اس مضمون میں تاریخی حوالوں کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

راجپوتانہ (اب راجستھان) میں ریاستوں کی سرپرستی، مقامی تعلیمی کوششوں، دینی مدارس، جدید کلیات، ادبی تنظیموں اور یونیورسٹیوں سے وابستہ اہلِ علم نے تعلیمی ماحول تیار کیا۔ اسی تناظر میں علی گڑھ کی وراثت اور سرسید کی فکر کا مطالعہ اہم ہے۔

سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک

17 اکتوبر 1817 کو دہلی میں پیدا ہونے والے سرسید احمد خان 19ویں صدی کے عظیم مصلحین میں شمار ہوتے ہیں۔ 24 مئی 1875 کو علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد رکھی گئی، 7 جنوری 1877 کو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کا باقاعدہ افتتاح ہوا اور 1920 میں یہی ادارہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ اس تاریخی تسلسل کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ اکثر 1875 کو ہی کالج کے قیام کا سال لکھ دیا جاتا ہے۔

راجپوتانہ اور علی گڑھ کا تاریخی رشتہ

برطانوی دور میں راجپوتانہ کئی ریاستوں، درباروں اور مقامی تعلیمی نظاموں پر مشتمل تھا۔ جے پور، جودھپور، اجمیر، ادے پور اور کوٹہ کی اپنی تاریخی اور فکری روایات تھیں۔ علی گڑھ تحریک اور راجپوتانہ کے تعلق کو جدید تعلیم کے نظریات کے پھیلاؤ، علی گڑھ سے تعلیم یافتہ افراد کی علاقائی خدمات اور اردو و فارسی ادب کے ذریعے ثقافتی و فکری رشتے کے تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے۔

برطانوی دور کے بنیادی ماخذ میں راجستھان اسٹیٹ آرکائیوز، بیکانیر میں محفوظ راجپوتانہ ایجنسی ریکارڈ، ریاستوں کی انتظامی رپورٹس اور محکمہ تعلیم کی دستاویزات شامل ہیں۔ بیکانیر آرکائیوز کے مطابق راجپوتانہ 20 سے زائد ریاستوں پر مشتمل تھا۔ تاہم راجستھان کے تمام جدید تعلیمی اداروں کو براہِ راست علی گڑھ تحریک کا نتیجہ قرار دینا درست نہیں، کیونکہ کئی اداروں کی اپنی آزاد تاریخ اور مقامی بانی رہے ہیں۔

1928ء میں اجمیر کا تاریخی اجلاس

راجستھان میں علی گڑھ تحریک کے اثرات کا اہم دستاویزی ثبوت 1928 میں اجمیر میں منعقد ہونے والا آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہے۔ 42 سال کے وقفے کے بعد منعقد ہونے والے اس اجلاس کی صدارت سر شاہ سلیمان نے کی۔ یہ راجستھان کی تعلیمی تاریخ کا سنگِ میل تھا۔ اجلاس میں مسلمانوں کی جدید، پیشہ ورانہ اور روایتی تعلیم پر زور دیا گیا، مسلم خواتین کی تعلیم کے لیے اہم قراردادیں منظور ہوئیں اور برطانوی حکومت و راجپوتانہ کی نوابی ریاستوں، بشمول ٹونک، کو مسلمانوں کی ابتر تعلیمی حالت کی طرف متوجہ کیا گیا۔

راجستھان میں اردو تحقیق کے دو ستون

مولانا احترام الدین شاغل جے پور کی قدیم ادبی تاریخ کے اہم نام ہیں۔ 1901 میں شروع ہونے والے رسالے 'قوم' کے قیمتی نسخے ان کے اور منشی معین الدین قریشی کے پاس محفوظ رہے۔ وہ بزمِ ادب جے پور کے رکن تھے اور 'جواہرِ سخن' (1914) جیسے رسائل کی مجلسِ جائزہ میں شامل تھے۔

ٹونک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی ممتاز محقق تھے۔ ان کی کتاب 'راجستھان میں اردو زبان و ادب 1857ء تک' (1992)، راجستھان اردو اکادمی، جے پور سے شائع ہوئی۔ ریختہ پر دستیاب 216 صفحات کی یہ کتاب 1857 سے پہلے راجستھان میں اردو کے آغاز پر اہم تحقیق ہے۔ ان کی دوسری کتاب 'راجستھان میں فارسی زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات' (1984 / 1988) مولانا ابوالکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک سے شائع ہوئی۔

راجستھان میں اردو درس و تدریس کی جامعاتی تاریخ

1947 میں قائم راجستھان یونیورسٹی، جے پور ریاست کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ یہاں شعبۂ اردو و فارسی قائم ہے۔ پروفیسر ناصرہ بصری اس شعبے کی صدرِ شعبہ رہ چکی ہیں اور اب ریٹائر ہو گئی ہیں۔

موہن لال سکھاڑیہ یونیورسٹی، ادے پور میں 1962 میں یونیورسٹی کے قیام کے ساتھ ہی شعبۂ اردو قائم ہوا۔ یہاں تحقیق کا ایک اہم موضوع 'راجستھان میں بولی جانے والی مقامی بولیوں پر اردو زبان کے اثرات' ہے۔

مہارشی دیانند سرسوتی یونیورسٹی، اجمیر، کوٹہ یونیورسٹی، مہاراجہ گنگا سنگھ یونیورسٹی، بیکانیر اور جے نارائن ویاس یونیورسٹی، جودھپور کے الحاق شدہ کالجوں میں بھی اردو پڑھائی جاتی ہے۔ قومی تعلیمی کمیشن اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی اسکیموں کے تحت اردو ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ کورسز بھی چلائے جا رہے ہیں۔ راجستھان میں متعدد نجی تعلیمی ادارے بھی قائم ہیں۔

ٹونک عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ: علمی خزانہ

مولانا ابوالکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، راجستھان میں اردو، عربی اور فارسی مخطوطات کا بڑا مرکز ہے۔ اس کی اہم مطبوعات میں 'خزینۃ المخطوطات' (سات جلدیں)، عربی، فارسی اور اردو مخطوطات کی وضاحتی فہرست؛ 'قصرِ علم' (1980)، ٹونک کے کتب خانوں اور ان کے نوادر کا تعارف؛ اور 'جرنل آف عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' شامل ہیں، جو 1980 سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔

علامہ رمزی اٹاوی اور علی گڑھ کی ادبی گونج

رمزی اٹاوی کا اصل نام ظہور احمد، کنیت ابوالاسرار اور تخلص رمزی تھا۔ وہ یکم دسمبر 1912 کو اٹاوہ میں پیدا ہوئے اور سیماب اکبرآبادی کے شاگرد تھے۔ 1932 میں جودھپور آئے اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ اردو اور ہندی میں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ان کا کلام بھارتیہ گیان پیٹھ کی کتابوں میں شامل ہے۔ حفیظ جالندھری، عبدالماجد دریابادی، ماہر القادری، نیاز فتح پوری، سہیل احمد صدیقی، شین کاف نظام اور ڈاکٹر رفیعہ نوشین نے اپنے مضامین میں انہیں عظیم شاعر و مفکر قرار دیتے ہوئے ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کیا۔

رمزی اٹاوی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، خدابخش لائبریری، پٹنہ اور ہمدرد یونیورسٹی، دہلی کے مشترکہ زیرِ اہتمام 1986 میں دہلی میں منعقدہ سارک (SAARC) سیمینار میں مدعو کیا گیا، جہاں انہوں نے جنوبی ایشیا کے ادبا، شعرا اور مفکرین سے خطاب کیا۔

ان کی زندگی سے متعلق مستند معلومات شرف الدین یکتا جودھپوری کی کتاب 'بہارِ سخن'، شین کاف نظام کی مرتبہ کتاب 'معاصر شعرائے جودھپور' اور جودھپور کے نستعلیق نگار اکمل نعیم صدیقی کے تحقیقی مقالے میں ملتی ہیں۔

رمزی اٹاوی 1942 میں جودھپور ریڈیو کے اردو شعبے سے وابستہ رہے اور بعد میں راجستھان اردو اکادمی کی اولین جنرل کونسل کے رکن بنے۔

سرسید اور علی گڑھ تحریک پر نظم: راجپوتانہ کی ادبی تاریخ کا اہم باب

بود سید در حقیقت قافلہ سالارِ قوم
کرد بالا در جہاں از علم و فن معیارِ قوم

مفہوم یہ ہے کہ سرسید اپنی قوم کے قافلے کے رہنما تھے، جنہوں نے علم و ہنر کے ذریعے دنیا میں قوم کا معیار بلند کیا۔ رمزی اٹاوی نے اپنی فکر کو تعلیمی تحریک کی شکل دی۔ اس موضوع پر شاہد احمد جمالی کی کتاب 'ابوالاسرار رمزی اٹاوی بحیثیت شاعر اور نثر نگار'، جو 2021 میں راجپوتانہ اردو ریسرچ اکادمی، جے پور سے شائع ہوئی، اہم تحقیقی ماخذ ہے۔

دبستانِ آزاد: جودھپور میں مولانا آزاد کے افکار کی گونج

مولانا ابوالکلام آزاد نے تعلیم، قومی یکجہتی اور سائنسی طرزِ فکر کو اہمیت دی۔ پروفیسر کنہیا لال راجپوروہت اور پروفیسر ظہور خان مہر کے مطابق علامہ رمزی اٹاوی نے جودھپور میں مولانا آزاد کے افکار کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے گھر کے باہر 'دبستانِ آزاد' کا بورڈ لگا کر تعلیمی تحریک شروع کی۔

مارواڑ میں تعلیمی بیداری: مسلم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کا سفر

مارواڑ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کی تاریخ 1929 سے شروع ہوتی ہے۔ ادارے کی سرکاری ویب سائٹ کے مطابق جودھپور کے حکمران مہاراجہ امید سنگھ نے 21 نومبر 1929 کو مسلم برادری کے لیے مناسب اسکول کی عمارت فراہم کرنے کا اعلان کیا، جس کے بعد سوسائٹی قائم ہوئی۔ مہاراجہ امید سنگھ اس کے سرپرست، اس وقت کے ڈائریکٹر تعلیم اے۔ پی۔ کاکس صدر اور مہدی حسن سکریٹری بنے۔ رحمت اللہ خان اور وحید اللہ خان جیسے مقامی افراد بھی اس کوشش میں شامل تھے۔ جودھپور کے پہلے کلکٹر وحید اللہ خان، علامہ رمزی اٹاوی کے قدردان اور اس تحریک کے پیروکار تھے۔

1929 میں سوسائٹی کا قیام مہاراجہ امید سنگھ کے اعلان کے ساتھ عمل میں آیا۔ 1934 میں اسکول کی عمارت اور بنیادی ڈھانچہ مکمل ہوا۔ 2 جنوری 1981 کو نئے کیمپس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، جبکہ 11 ستمبر 1988 کو مولانا آزاد اسکول کا افتتاح ہوا، جس میں وزیرِ اعلیٰ شیو چرن ماتھر اور رکنِ پارلیمان اشوک گہلوت موجود تھے۔ 2006 میں ٹیچرز ٹریننگ کالج قائم ہوا۔ 2013 میں راجستھان ریاستی ایکٹ نمبر 35 کے تحت مولانا آزاد یونیورسٹی، جودھپور قائم ہوئی، جہاں 8000 سے زائد طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔

جے پور میں مولانا قمر واحدی، جامعہ ہدایت اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی شاخ درج ہے۔ جودھپور میں رمزی اٹاوی اور مولانا آزاد یونیورسٹی، اجمیر میں شعرائے اجمیر (1987)، ادے پور میں موہن لال سکھاڑیہ یونیورسٹی اور ڈاکٹر ثروت خان، کوٹہ میں اردو دستاویزات اور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن، جبکہ ٹونک میں اردو فارسی ورثہ اور عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اس علمی و ادبی روایت کے اہم حوالے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی دستیاب فہرست میں جے پور شاخ درج ہے، جس کے روحِ رواں اعظم بیگ ہیں، جو 4 / 747، جواہر نگر، جے پور میں مقیم ہیں۔ ان کے مطابق وہ تقریباً 31 برس، یعنی 1995 سے اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ اظہر احسان نے بھی تقریباً آٹھ نو سال قبل ایک دوسری رجسٹرڈ ایسوسی ایشن شروع کی تھی۔ ان کے مطابق، جب وہ 1979 میں جے پور آئے تو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن قائم تھی۔ اس وقت راجستھان اردو اکادمی کے صدر نشین انعام الحق اور ٹونک کے کیپٹن خلیل بھی اس سے وابستہ تھے۔

کوٹہ میں اس ایسوسی ایشن کی شاخ عبدالقدیر چلا رہے ہیں، جو پہلے جے پور میں رہتے تھے۔ جودھپور میں ڈاکٹر امان اللہ اور ڈاکٹر صدیقی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن قائم کی اور رمزی اٹاوی کے اعزاز میں استقبالیہ جشن بھی منایا۔ مارواڑ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی اور راجستھان اردو اکادمی کے مشترکہ اہتمام میں 2013 میں مولانا ابوالکلام آزاد مسلم اسکول میں رمزی صدی کا انعقاد ہوا، جس میں اس وقت کے اکادمی صدر ڈاکٹر حبیب الرحمن نیازی اور ڈاکٹر جمیل احمد کاظمی نے مہمانانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ معروف مصنف اور اسلامی اسکالر ڈاکٹر اختر الواسع کے مولانا آزاد یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہنے کے دوران ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی کی نگرانی میں رمزی اٹاوی پر پی ایچ ڈی بھی کی گئی۔

دہلی میں جمنا کے کنارے سرسید اور اٹاوہ میں جمنا کے کنارے رمزی اٹاوی کی تعلیمی تحریک نے صحرا کو گلزار کیا۔ پہلے وحید اللہ خان اور بعد میں محمد عتیق نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ چند روز قبل مہم فاؤنڈیشن اور شاہین اکادمی نے جودھپور کے زنانہ گارڈن میں تعلیمی کانفرنس منعقد کی، جس میں سرسید ثانی بیدر کے ڈاکٹر عبدالقدیر نے راجستھان میں تعلیمی بیداری کے لیے کیے گئے کاموں کو سراہا۔ غور طلب ہے کہ پورے راجستھان میں جودھپور جتنے بڑے اور زیادہ مسلم ادارے نہیں ہیں۔ یہ رمزی اٹاوی کی تعلیمی بیداری مہم کا ثمرہ ہے۔ آج علیگ برادری راجستھان کے مختلف شہروں میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور اپنے تعلیمی اداروں میں یومِ سرسید مناتی ہے۔

اہم تحقیقی ماخذ و حوالہ جات:
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سرکاری تاریخی ریکارڈ۔
شاہد احمد جمالی، 'ابوالاسرار رمزی اٹاوی بحیثیت شاعر و نثر نگار' (2021)، راجپوتانہ اردو ریسرچ اکادمی، جے پور۔
مارواڑ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے ادارہ جاتی ریکارڈ (1929)۔
مولانا آزاد یونیورسٹی، جودھپور، ریاستی ایکٹ 2013۔
راجستھان اردو اکادمی و راجپوتانہ اردو ریسرچ اکادمی؛ ریختہ پر 24 کتب۔
راجستھان اسٹیٹ آرکائیوز، بیکانیر، راجپوتانہ ایجنسی ریکارڈ۔
اکمل نعیم صدیقی کا رمزی اٹاوی پر تحقیقی مقالہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان۔
راجستھان یونیورسٹی، شعبۂ اردو و فارسی۔
موہن لال سکھاڑیہ یونیورسٹی، ادے پور، شعبۂ اردو (1962)۔
ریختہ: ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی (16 کتب)، ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی (216 صفحات)۔
مولانا ابوالکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، مطبوعات۔

9928986086

سرسید کا سائنسی انداز فکر

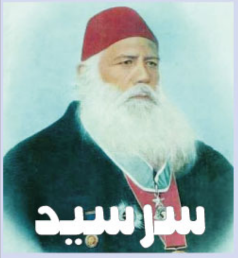

علومِ عصرِ حاضر کے علم بردار سرسید
عمارات اخوت کے درودیوار سرسید
طبیعت میں بڑی نرمی بہت ہی مہربانی تھی
سبھی کے واسطے تھے پیکر ایثار سرسید
ادب کے آسماں پر بھی ستاروں کی طرح روشن
رہ تاریخ میں بھی نور کے مینار سرسید
حقیقت یہ کہ ان کو دین سے بے حد محبت تھی
مگر دنیا کی نظروں میں تھے دنیادار سرسید
بظاہر تندرستی میں کوئی ثانی نہ تھا ان کا
مگر تھے قوم کے غم میں بہت بیمار سرسید
ہمیشہ دشمنوں پر وار کرتے تھے تبسم سے
بنا لیتے تھے شاخِ گل کو بھی تلوار سرسید
ہماری شاہ راہ علم وفن روشن نہیں ہوتی
نہ اپناتے جو راہ تیرہ و پرخار سرسید
معظم علم کی دنیا میں بس اپنی حکومت ہو
اگر ہوجائیں پیدا اور بھی دوچار سرسید

☆☆☆

☆ڈاکٹر معظم علی خاں، علی گڑھ

سرسید

راشد انور راشد

تھی منجدھار میں قوم کی کشتی تونے پار لگائی
دور ہوئی تاریکی، دل میں ایک کرن لہرائی
میداں، پربت، جنگل، صحرا سے آواز یہ آئی
فکر وعمل کے نور سے اب تک ہم تابندہ ہیں
سرسید، سب خواب ترے، آنکھوں میں زندہ ہیں
تونے اک تحریک چلائی اور بدل دی قسمت
علم، سیاست اور مذہب کو ملی نئی اک قوت
حصے میں تہذیب بھی آئی اور ادب کی دولت
فکر وعمل کے نور سے اب تک ہم تابندہ ہیں
سرسید، سب خواب ترے، آنکھوں میں زندہ ہیں
وقت کے الجھے تیور کو بس تونے ہی سلجھایا
خواب غفلت میں تھا زمانہ، آخر ہوش میں آیا
جو کچھ ناممکن تھا وہ بھی تونے کردکھلایا
فکر وعمل کے نور سے اب تک ہم تابندہ ہیں
سرسید، سب خواب ترے، آنکھوں میں زندہ ہیں
اپنی دھن کا تو پکا تھا، ہر ذرے نے خبر دی
تونے غیروں کے دل میں انمول محبت بھردی
خود کو مٹا کر ایک نئی تاریخ رقم ہی کردی
فکر وعمل کے نور سے اب تک ہم تابندہ ہیں
سرسید، سب خواب ترے، آنکھوں میں زندہ ہیں

☆شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

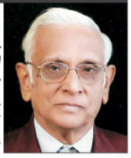

ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی

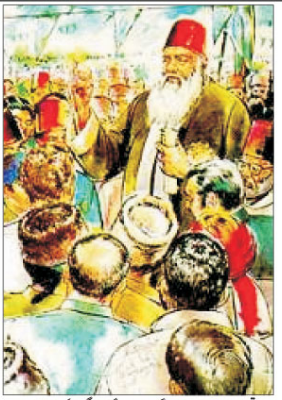

اٹھارویں صدی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی کے اختتام کا دور ہندوستان کی تاریخ کا بدترین اور تاریک ترین دور کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں سارا ہندوستانی سماج غضب کی مایوسی کا شکار تھا۔ عجب افراتفری کا عالم تھا۔ آزادی کے متوالوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ برطانوی سامراج کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جارہی تھی۔ عوام پر ظلم وزیادتی کے واقعات عام ہوگئے تھے۔ سارا معاشرہ بکھرتا دکھلائی پڑتا تھا۔ غلامی، افلاس، ناکامی، ناامیدی اور نامرادی عوام کا مقدر بن گئی تھی۔ سماج کا ایک بڑا طبقہ علم سے بے بہرہ تھا اور پرانی قدروں اور مردہ رسوم میں اپنے کو کھوتا جارہا تھا۔ توہم پرستی اپنے عروج پر تھی۔ خوش قسمتی سے اس نازک دور میں دو بہت اہم اور ہمہ گیر شخصیتیں ہندوستانی معاشرہ میں ابھریں جنھوں نے سوتے ہوئے اور غافل ہندوؤں اور مسلمانوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اس میں ایک ہستی تھی راجہ رام موہن رائے کی اور دوسری سرسید احمد خاں کی ذات گرامی۔ راجہ رام موہن رائے نے ۱۷۷۲عیسوی میں بنگال کے ایک برہمن گھرانے میں جنم لیا۔ انہوں نے کم عمری میں یہ محسوس کیا کہ ہندوستان کا مسئلہ تعلیم کی کمی اور سائنسی رویہ کے فقدان کا ہے۔ انہیں یقین کامل ہوگیا کہ اگر عوام اپنے فرسودہ رسم ورواج اور پرانی تعلیم کو چھوڑ کر نئی سائنسی تعلیم کی جانب متوجہ ہوں تو وہ واقعی ایک آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا حق مانگ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہندوؤں میں انگریزی اور سائنسی تعلیم حاصل کرنے کی وکالت کی۔ شروع میں ان کی بے پناہ مخالفت کی گئی اور الزام عائد کیا گیا کہ وہ ہندوستانی قدروں کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ مخالفتیں زیادہ دن تک ٹک نہ سکیں اور وہ اپنے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ۱۸۱۶ء میں کلکتہ میں ایک ہندو کالج قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے جس میں انگریزی اور سائنس کی تعلیم دی جانے لگی۔ عام ہندو نئی تعلیم کی جانب متوجہ ہونے لگے۔ راجہ رام موہن رائے کا مشن کامیابی کے دور میں آیا ہی تھا کہ سرسید کی ہمہ جہت شخصیت بھی ہندوستان کے مسلم معاشرہ میں ابھر کر سامنے آئی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی تباہی، پستی اور بربادی دیکھی تھی۔ جناب موہن رائے کی طرح ان کو بھی احساس ہوا کہ مسلمانوں کو قعر مذلت سے نکالنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ان کو نئے سائنسی رجحانات سے باخبر کیا جائے اور انگریزی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے جو کچھ کیا وہ آج ہندوستان کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ سرسید کے سائنسی انداز فکر اور ہندوستانی مسلمانوں کے اعمال وافکار پر ان کے اثرات کا ایک جائزہ لینا آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔

سرسید احمد خاں نے یکم اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی کے ایک معزز گھرانے میں جنم لیا۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت عبرت انگیز تھی۔ وہ ایک طرف مایوسی کا شکار تھے تو دوسری جانب نئے علوم سے قطعاً ناواقف۔ یہی نہیں بلکہ ذہنی پستی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی نئی فکر اور نئے سائنسی خیال اور ایجاد ودریافت کو غیر مذہبی اور شیطانی کام تصور کرنے لگے تھے۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنا ان کے نزدیک ایک ایسا گناہ تھا جو معاف نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ۱۸۳۵ء میں جب لارڈ میکالے کی اسکیم کے تحت یہ قرار پایا کہ ہندوستانیوں کو یورپین سائنس اور یورپین زبان کی تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے تو مسلمانوں میں اس کی شدید مخالفت کی گئی اور کلکتہ میں آٹھ ہزار علماء اور روٴسا کے دستخطوں سے ایک درخواست گورنمنٹ میں گذاری گئی کہ حکومت کا یہ قدم ان کے مذہبی اعتقادات کے خلاف ہے۔ اس درخواست میں انگریزی تعلیم کو صرف غیر ضروری ہی نہیں بلکہ سماجی اور ذہنی اعتبار سے نقصان دہ بتایا گیا۔ سرسید نے جب ہوش سنبھالا تو ایک طرف مسلمانوں کی معاشی زبوں حالی دیکھی تو دوسری طرف ان کا نئے علوم کے لئے منفی اور غیر منطقی رویہ پایا۔ انہیں یہ یقین ہو چلا کہ مسلمانوں کو ہندوستانی سماج میں ایک باوقار اور باعزت مقام دلانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ان کو نئی سائنسی دنیا سے روشناس کیا جائے۔ نئے علوم سے واقف کرایا جائے۔ کتنے عبرت کا مقام تھا کہ جس قوم کے لئے اس کے پیغمبر کی یہ تعلیم اور نصیحت موجود تھی کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے حصول کے لئے چین جانا پڑے وہ قوم چین تو کیا خود اپنے ملک میں موجود نئے سائنسی علم سے منھ چراتی تھی۔ بہرحال سرسید نے مسلمانوں میں سائنسی مزاج پیدا کرنے کے اور سائنسی علم کو عام کرنے کا بیڑا اٹھا ہی لیا اور عین حدیث رسول کی پیروی کرتے ہوئے علم حاصل کرنے اور نئے علمی کارناموں سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے انگلینڈ کا سفر اختیار کیا اور وہ بھی اپنا گھر بار رہن رکھ کر۔ کئی ماہ تک وہاں درس گاہوں اور لائبریریوں کی تفصیلات جمع کیں۔ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کا دورہ کیا۔ صنعت وحرفت کے میدان میں ہوئی ترقیوں کا جائزہ لیا اور نئی سائنسی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر ماہروں سے گفت وشنید کی۔ اس دوران انگلینڈ میں لوگوں کا رہن سہن اور سائنسی تعلیم کی لیاقت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ وہیں سے لکھے گئے اپنے ایک خط میں تحریر کیا کہ کاش میری قوم کے بچے ایسے ہی علم حاصل کرتے اور ملک کو وہی سب کچھ دیتے جو یہاں لوگوں کو میسر ہے۔ ایک دوسرے خط میں لکھا کہ ”جو قومیں حصول علم میں پیچھے رہ جاتی ہیں ذلت وخواری ان کا مقدر بن جاتی ہے“۔ انگلینڈ سے واپس آکر سرسید نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے رسالہ ”تہذیب الاخلاق“ جاری کیا اور تحقیقی اور تعلیمی کاموں میں مصروف ہوگئے۔ مختلف اسکیمیں بنائیں جن کا مقصد نئے سائنسی علوم کو نوجوانوں تک پہنچانا تھا۔ یورپین علوم کی اہمیت جتانے کے لئے ضروری تھا کہ کچھ اہم علمی اور تاریخی کتابوں کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرکے انہیں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر سرسید نے ایک مضمون بعنوان ”التماس بخدمت ساکنان ہندوستان درباب ترقی تعلیم اہل ہند“۔ شائع کیا جس میں یہ تجویز رکھی کہ سائنسی علوم عام کرنے کی غرض سے ایک تنظیم قائم کی جائے جس کا مقصد اردو میں سائنسی لٹریچر شائع کرنا ہو۔ چنانچہ ۱۸۶۳ء میں سائنٹفک سوسائٹی کے نام سے ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا، سرسید اس کے اعزازی سکریٹری مقرر ہوئے۔ شمالی ہندوستان میں یہ سوسائٹی اپنے قسم کی پہلی جماعت تھی جس نے پورے ملک میں سائنس کی اہمیت کا احساس لوگوں کو دلایا۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام چند ہی سالوں میں کئی مفید کتابیں اردو میں ترجمہ ہوکر شائع ہوئیں جس سے ملت مغربی علوم سے روشناس ہوئی اور ان علوم کی بابت عام ذہنوں میں جو غلط تاثرات تھے وہ بڑی حد تک دور ہوگئے۔ سوسائٹی کے تحت ایک ہفتہ وار گزٹ ۱۸۶۶ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس گزٹ میں انگریزی اور اردو دونوں ہی زبانوں میں کالم لکھے جاتے۔ ان کالموں میں عوام کو نقصان دہ تعصبات سے دور رہنے کی اپیلیں شائع ہوتیں اور مسلمانوں کو نئی دنیا کے چیلنج کا سامنا کرنے کی تلقین دی جاتی۔ سائنٹفک سوسائٹی کے قیام کے فوراً بعد ہی سرسید کی مخالفت کی ایک منظم مہم سارے ملک میں شروع کردی گئی۔ اخبارات اور رسالوں میں ان کے خلاف مضامین شائع ہونے لگے جن میں ان کو مرتد، ملحد، قوم کا عیب جو، مسلمان پاجی، اسلام کا دشمن اور زندیق جیسے ناموں سے نوازا گیا۔ سرسید ان بہتان تراشیوں سے چنداں مایوس نہ ہوئے بلکہ ان مخالفتوں کے بعد عزائم میں کچھ زیادہ ہی قوت محسوس کرنے لگے۔ اور ایک کالج کے قیام کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ اکبر الٰہ آبادی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے۔

وہ بھلا کس کی بات مانے ہیں☆بھائی سید تو کچھ دیوانے ہیں

سرسید مسلمانوں کو سائنس سے روشناس کرنے کا جذبہ اور ان کو باوقار مقام دلانے کا عزم ایک جنونی کیفیت اختیار کر چکا تھا۔ بالآخر انہوں نے ۱۸۷۵ء میں ایک مدرسہ کی بنیاد علی گڑھ میں ڈال ہی دی۔ مدرسہ کی شکل میں نئی تعلیم کی یہ کرن بہت سے اندھیروں پر چھا گئی لیکن بھلا ہو ان لوگوں کا جنہوں نے سرسید کے عمل کو ایک سازش قرار دیتے ہوئے حکم نامہ جاری فرمایا کہ۔۔۔اس مدرسے کو مسمار کیا جاے اور اسکے بنانے والے نیز انکی مدد کرنے والوں کو خارج از اسلام سمجھا جاے۔۔۔ایک دیگر حکم میں کہا گیا کہ۔۔۔سرسید جیسے شخص کے قایم کردہ مدرسہ کی اعانت جائز نہیں۔۔۔سرسید پر ان حکم ناموں کا چنداں اثر نہ ہوا اور آخر کار یہ مدرسہ ۱۸۷۷ء میں کالج بنا جس کا اصل مقصد مسلمانوں میں سائنس کی تعلیم کو فروغ دینا تھا لیکن جس کے دروازے سارے ہندوستانیوں کے لئے کھلے تھے۔ سرسید کے نظریہ سے ہندوستان جیسی دلہن کا حسن اسی وقت قائم رہ سکتا تھا جب کہ اس کی دونوں آنکھیں یعنی ہندو اور مسلمان، نور سے بھری ہوں، علی گڑھ کا یہ کالج مولانا آزاد کی سرپرستی میں ہندستانی مسلمانوں کی کاوشوں سے 1920 میں یونیورسٹی بنا اور ساری دنیا میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے موسوم ہوا۔ آج ہندوستانی معاشرہ میں اس کی اہمیت سب کو تسلیم ہے۔ سرسید احمد خاں نے بہتان تراشیوں اور ملامتوں سے دل برداشتہ ہوکر اپنے مشن کو ترک کردیا ہوتا اور علی گڑھ کالج کا قیام عمل میں نہ آیا ہوتا تو آج اس ملک کے مسلمان کتنے خسارہ میں رہتے۔ ہم سائنسی علم سے کتنا دور ہوتے اور ”علم الانسان مالم یعلم“ کے مفہوم سے کتنا ناواقف ہوتے۔

Mobile:9839901066

سرسید اور مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار

ملت اسلامیہ ہند کا اس یونیورسٹی سے قلبی اور روحانی رشتہ ہے۔ اس رشتے کو اور بھی استوار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ سرسید کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی موثر تدابیر اختیار کی جائیں، تاکہ علی گڑھ کا یہ معزز کارواں آج بھی سرسید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ’خطبات احمدیہ‘ جیسی تصنیفات سے معاندین اسلام کو خاموش کرسکے اور شکوک وشبہات کی حائل دیوار کو زمیں بوس کر کے اسلام کی صاف وشفاف تصویر پیش کرسکے۔ یہی مستحسن اقدام ایک طرف ملت اسلامیۂ ہند کے قلب وضمیر کی آواز اور جذبات کی پکار بن سکتا ہے تو دوسری طرف بانئ یونیورسٹی سرسیدؒ کے سنہری خوابوں کی تعبیر۔

پروفیسر توقیر عالم فلاحی

کسی بھی قوم کے عروج واقبال اور تفوق و برتری کا دارومدار معیاری تعلیم وتربیت اور روشن تہذیب وثقافت پر ہے۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ تعلیمی ادارے ہی دراصل قوموں کی زندگی میں سرمایہ سیم وزر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر وہ تعلیمی ادارے جہاں مخصوص قسم کی تہذیب وثقافت پروان چڑھتی ہے، جہاں کی انتظامیہ اور دوسرے کارندے اس کے دلدادہ ہوتے ہیں اور جہاں کی طلبہ برادری اپنے کلچر وثقافت سے شیفتگی رکھتی ہے، ایسے ادارے بلاشبہ قوموں کی حیات جاودانی کا نوشتۂ تقدیر تیار کرنے میں مقدمۃ الجیش کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سرسید علیہ الرحمۃ کے قیمتی خوابوں کی ایک تعبیر ہے۔ سرسید بغاوت ہند کے بعد مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی زبوں حالی سے بہت متاثر ہوئے۔ دوسری طرف عیسائی مشنریوں کی مذموم سازشوں اور معاندانہ سرگرمیوں کا عینی مشاہدہ کیا۔ ان کا دل مضطر حالات سے کسی قسم کی مصالحت پر آمادہ نہیں ہوا۔ ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کی ہلاکت وبربادی اور زوال وادبار سے سرسید کا حساس دل بے قرار ہو اٹھا اور پھر وہ کوئی گوشۂ عافیت اختیار نہ کرسکے۔ سرسید کہتے ہیں:

”آپ یقین کیجئے کہ اس غم نے مجھے بڈھا کردیا اور میرے بال سفید کردیے۔ جب میں مرادآباد میں آیا جو ایک بڑا غم کدہ ہماری قوم کے رئیسوں کی بربادی کا تھا، اس غم کو اور ترقی ہوئی مگر اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بے مروتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی کی حالت میں چھوڑ کر میں خود کسی گوشۂ عافیت میں جابیٹھوں“۔ (مولانا الطاف حسین حالی، حیات جاوید، ص۱۳۹-۱۴۰، طبع جدید، ۱۹۵۷ء)

راجہ رام موہن رائے اور وطن عزیز کے دوسرے راہنما ہندو قوم کی اصلاح وترقی کے لیے میدان عمل میں پہلے ہی آ چکے تھے۔ ضرورت متقاضی تھی کہ کوئی آکر مسلمانوں کے زخم پر مرہم رکھے اور ان کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دے۔ سرسید وقت کی ایک ضرورت بن کر سامنے آئے اور قوم کو قوم بنانے کی فکر میں لگ گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کی تنزلی وانحطاط کا واحد حل تعلیم کو ہی قرار دیا۔ چنانچہ تعلیمی جہاد کا بیڑا اٹھاتے ہوئے ملک کے گوشے گوشے میں خطبات دیئے، سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی اور متعدد جگہوں پر ادارے قائم کیے۔ بالآخر سرسید کے تعلیمی جہاد کا عظیم ترین ثمرہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قیام کی شکل میں سامنے آیا۔

بلاشبہ سرسید یہ چاہتے تھے کہ میری قوم کے نوجوان علم وحکمت کی ثریا پر کمندیں ڈال دیں اور وہ تمام قسم کے علوم وفنون سے اپنے آپ کو آراستہ کرلیں تاکہ آسمان دنیا میں درخشاں ستارے بن کر چمکیں، لیکن وہ اس عروج وبلندی کو ایمان واسلام کی بیش بہا دولت سے مشروط قرار دیتے ہیں:

”اے میرے عزیزو! میری یہ آرزو ہے کہ میں اپنی قوم کے بچوں کو آسمان کے تاروں سے اونچا اور سورج کی طرح چمکتا ہوا دیکھوں۔ ان کی روشنی اس نیلے نیلے گنبد کے اندر ایسے پھیلے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے آگے ماند ہوجائیں...... پس میں چاہتا ہوں کہ میرے تمام بچے، طالب علم جو کالجوں میں پڑھتے ہیں اور جن کے لیے میری آرزو ہے کہ وہ یورپ کے سائنس اور لٹریچر میں کامل ہوں اور تمام دنیا میں اعلیٰ شمار کئے جاویں، ان دو الفاظ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کو نہ بھولیں“۔ (محمد اسماعیل پانی پتی، خطبات سرسید، ج ۲۰، ص ۷۴-۷۵، طبع اول ۱۹۷۳ء)

مسلم یونیورسٹی کا قافلہ اپنی منزل کی طرف کیسے رواں دواں رہے، انھوں نے اپنے ایک خطبے میں نقوش راہ دیے ہیں:

”ایک ہاتھ میں فلسفہ ہوگا، دوسرے ہاتھ میں نیچرل سائنس اور سرپہ لا الٰہ الا اللہ کا تاج“۔ (ڈاکٹر عشرت علی قریشی (مرتب): سرسید اپنے افکار واقوال کے آئینے میں، ص ۶۳، ۱۹۸۴ء)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علوم وفنون کا مخزن، عقل ودانش کا مرکز اور تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں سے تشنگانِ علم جوق در جوق آ کے سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ دانش گاہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا مرکز نہ ہوتی اور اس یونیورسٹی کے ساتھ اسلام یا مسلمان کا لفظ نہ لگا ہوتا تو کوئی اور محرک نہ تھا کہ بلاد اسلامیہ کے طلبہ اس مرکز تعلیم وتربیت کی طرف دیوانہ وار آتے۔ بالخصوص مسلمانان ہند اسے اپنی سعادت وخوش بختی اور اعزاز وافتخار سمجھتے ہیں کہ سرسید کے سپنوں کا یہ شیش محل ان کے بچوں کی آماجگاہ تربیت ہے۔

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ موجودہ دور میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی معنویت پوری دنیا میں واضح ہوچکی ہے۔ خصوصاً ملت اسلامیۂ ہند کے نزدیک یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی ہے کہ سرسید کے اس گھر کے پروردہ ایک طرف کامیابی کی موجودہ دوڑ میں پیش قدمی کا ثبوت دیتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کی عظمت کا سکہ ان کے دلوں پر جما ہوتا ہے اور کسی بھی گوشۂ عالم میں اسلام اور مسلمانوں کی غیرت ان کے دلوں میں سیمابی کیفیت اور سراسیمگی وبے چینی پیدا کرسکتی ہے۔ چنانچہ اس دانش گاہ کی یہ درخشاں تاریخ رہی ہے کہ اسلام اور ملت کے مسائل میں فرزندان علی گڑھ نے بزدلی اور بے جا مصالحت کا کبھی بھی ثبوت نہیں دیا۔ مرادآباد، دہلی، مئوناتھ بھنجن، فیض آباد اور بھاگلپور کے ماضی قریب کے تباہ کن فسادات ہوں یا قرآن مقدس کے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ میں مقدمہ کی پیشی، مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ ہو یا بابری مسجد اور رام جنم بھومی کا قضیہ، ہمہ وقت ملت کے دکھ درد میں شریک ہوکر جاں نثاران علی گڑھ نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

آج بھی اگر ہندوستان کے کسی خطے میں اسلام اور مسلمانوں کو معاندین اسلام کی سازشوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے تو لوگوں کی نگاہیں اسی درس گاہ کی طرف پہلے اٹھتی ہیں۔ وہ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ سے توقعات وابستہ کیے ہوتے ہیں اور فرزندان درس گاہ کے ہی سہارے اپنے دلوں میں آرزوؤں اور تمناؤں کا قصر تعمیر کرتے ہیں۔ ان کی یہ توقعات کسی بھی زاویے سے بے جا نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا کریم یہاں موجود ہے۔ وہ سرسید کے کارواں کو ان کے دیے گئے نقوش راہ یعنی ایک ہاتھ میں فلسفہ دوسرے ہاتھ میں نیچرل سائنس اور سرپہ لا الٰہ الا اللہ کا تاج، کے مطابق دیکھتے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ملت کے دل کی موثر آواز اسی وقت بن سکتی ہے جب کہ اس گہوارہ تعلیم وتربیت کے لعل وگہر سے ملت کے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو اپنے جیب ودامن کو بھرنے کا موقع ملے۔ ایسا کرنا بہرحال فرقہ پرستی (Communalism) یا بے انصافی (Injustice) نہیں ہوگی۔ کیوں کہ اس مادر درس گاہ کے قیام کا محرک ہی مسلمانوں کو دینی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے اٹھانا تھا۔ اس لیے بھی کہ دوسرے برادران وطن کی فلاح وبہبود کے لیے تحریکیں شروع ہوچکی تھیں اور کچھ مصلحین جدوجہد میں مصروف ہوچکے تھے، اور اس لیے بھی کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے المناک مناظر جابجا نظر آرہے تھے۔ انھیں ہی سنبھالا دینے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا آج بھی ضرورت ہے کہ منتظمین مسلمانوں کے لیے سرسید کے اضطراب وبے قراری کو مستحضر رکھیں۔ طلبہ کے لیے ترقی وکامرانی کے تمام ذرائع ووسائل فراہم کیے جائیں۔ تہذیب وثقافت کی جلا بخشی کے ساتھ جدید وقدیم علوم کو فروغ دیا جائے اور تعلیم کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔

یقیناً مسلم یونیورسٹی ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے۔ مذہبی اور سیاسی حقوق کی بازیافت کے لیے مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ اگر اس تحریک کے پلیٹ فارم سے مسلم قوم کی فلاح وبہبود کے لیے آوازیں اٹھائی جاتی ہیں، ادارے قائم کیے جاتے ہیں اور ذیلی تنظیموں کا قیام عمل میں آتا ہے تو یہ فرقہ واریت کو شہہ دینے کے مترادف ہرگز نہیں ہے، بلکہ حقوق کے حصول کے لیے یہ موثر ذرائع وسائل ہیں اور انھیں خطوط پر چل کر علی گڑھ تحریک کامیابی کی منزلیں طے کرسکتی ہیں۔

چوں کہ مسلمانوں کا تخلف وانحطاط ہی کالج کے قیام کا محرک بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطروں سے واضح ہے۔ اس لیے آج بھی جب کہ مسلمان کم وبیش ہر شعبۂ زندگی میں پسماندگی کے شکار ہیں، ضرورت ہے کہ سرسید کے مشن کو تازہ کیا جائے۔ اپنی قوم کی ترقی کے لیے کوشش کرنے کو فرقہ واریت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ سرسید نے فرقہ واریت کو مذموم اور منحوس بیماری قرار دیا ہے۔ اس دور میں بھی جب کہ سنگین ترین حالات میں مسلمان ہی اس بات کے محتاج تھے کہ ان پر ساری توجہ مرکوز کردی جاتی، سرسید کی سرگرمیاں اعتدال کی راہ پر گامزن نظر آتی ہیں اور ایک غیر جانب دار شخص کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ سرسید نے قومی یکجہتی کا دامن کبھی نہیں چھوڑا اور ہندو اور مسلمان دونوں کو اتحاد ویگانگت کی لڑی میں پرونے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایک موقع پر اپنی تقریر میں کہتے ہیں:

”مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ مغائرت نہیں ہے۔ جس طرح آریا قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاسکتے ہیں۔ ہم نے متعدد دفعہ کہا ہے کہ ہندوستان ایک خوبصورت دولہن ہے اور ہندو اور مسلمان اس کی دو آنکھیں ہیں۔ اس کی خوبصورتی اس میں ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں سلامت وبرقرار رہیں“۔ (تقریر بمقام مدرسہ گورداسپور، پنجاب، ۲۷ جنوری ۱۸۸۴ء)

بانئ درس گاہ سرسید علیہ الرحمۃ کی تقریر کے مذکورہ بالا اقتباس میں اتحاد وباہمی اور قومی یکجہتی کو ہندو اور مسلم دونوں کی فلاح وبہبود کے لیے ایک عظیم سرمایہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر کسی طبقے کے افراد اپنے طبقے کے لیے دوسروں کے مفادات کو مجروح کرکے کچھ کرنا چاہتے ہیں یا دائرہ اختیار سے ہٹ کر کوئی کام کرتے ہیں یا پھر دوسروں کے افکار وخیالات کو سننے اور سمجھنے کے بجائے اپنے ہی افکار وخیالات کو درست مانتے ہیں تو یہ فرقہ واریت ہے۔ اگر علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی کے خیالات سامنے رکھے جائیں، کیمپس کے اندر طلبہ برادری کی رہائشی زندگی کا جائزہ لیا جائے نیز کم ازکم ہندوستان کی سطح پر سیاسی، سماجی اور ادبی خدمات کا غائر نظر سے تعصب سے دور ہوکر مطالعہ کیا جائے تو علی گڑھ یونیورسٹی کو سمجھنے میں آسانی ہوگی اور پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ عظیم درس گاہ دراصل وہی نہیں ہے جیسا کہ چند فرقہ پرست اور متشدد افراد کا گروہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں پیش کرتا ہے۔ ہاں چوں کہ اس ممتاز مادر علمی کی بنیاد کا تعلق بالخصوص مسلمانان ہند کی زبوں حالی سے ہے اور سرسید نے بالخصوص مسلم قوم کی مرفہ الحالی کے لیے اسے اپنے خون جگر سے سینچا تھا، اس لیے اگر آج بھی قوم مسلم کے زوال کے پیش نظر اقدامات کیے جاتے ہیں، ملت اسلامیۂ ہند کے مسائل سے جڑ کر رہا جاتا ہے اور دینی، سماجی اور سیاسی امور میں اگر اس مادر درسگاہ کے سپوت پیش پیش رہتے ہیں، اور وقت کے چیلنجز کا جواب دیتے ہیں تو فی الحقیقت اس سرسید کے منصوبوں کی عملی تفسیر بنتے ہیں جس نے اقوام عالم بالخصوص ہندوستان کو اتحاد باہمی کا سبق سکھایا تو دوسری طرف مطلوبہ صلاحیتوں سے آراستہ کرکے انھیں مقابلے کے میدان میں لاکھڑا کیا اور عزت ووقار کے ساتھ جینے کا حوصلہ پیدا کیا۔

ملت اسلامیہ ہند کا اس یونیورسٹی سے قلبی اور روحانی رشتہ ہے۔ اس رشتے کو اور بھی استوار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ سرسید کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی موثر تدابیر اختیار کی جائیں، تاکہ علی گڑھ کا یہ معزز کارواں آج بھی سرسید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ’خطبات احمدیہ‘ جیسی تصنیفات سے معاندین اسلام کو خاموش کرسکے اور شکوک وشبہات کی حائل دیوار کو زمیں بوس کر کے اسلام کی صاف وشفاف تصویر پیش کرسکے۔ یہی مستحسن اقدام ایک طرف ملت اسلامیۂ ہند کے قلب وضمیر کی آواز اور جذبات کی پکار بن سکتا ہے تو دوسری طرف بانئ یونیورسٹی سرسیدؒ کے سنہری خوابوں کی تعبیر۔

ایک بڑے دانشور اور مبصر کے بقول ”سرسید علیہ الرحمہ مسلمانوں کی بہتری میں ہندوستان کی بہتری اور ہندوستان کی بہتری میں ایشیا کی بہتری دیکھتے تھے“۔ (پروفیسر عتیق احمد صدیقی (مرتب): سرسید بازیافت، ص ۲۳، ۱۹۹۰ء)

اقلیتی کردار کا معاملہ مسلمانان ہند کے جذبات سے متعلق ہے۔ جب کبھی بھی اس کے اقلیتی کردار پر بادل امڈے ہیں، پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے کسک محسوس کی ہے۔ ملک کی تعمیر وترقی میں مسلم یونیورسٹی کی خدمات جلیلہ کے قدردان، غیر متعصب برادرانِ وطن اور جماعتوں نے بھی صدائے احتجاج بلند کیا۔ اقلیتی کردار کو اس پس منظر میں دیکھے جانے کی ضرورت ہے کہ ہندوستان کی صحت وتندرستی اور اس کے حسین وجمیل شبیہ کے لیے ضروری ہے کہ برادرانِ وطن کے ساتھ ساتھ اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے حالات بھی درست ہوں۔ تعلیمی، تہذیبی اور سیاسی لحاظ سے اگر مسلمانوں کا حال درست ہوتا ہے اور مستقبل خوشگوار ہوتا ہے تو اتحاد ویگانگت باقی رہے گی، ملک خوش حال ہوگا اور دنیا میں ہندوستان ایک توانا وصحت مند ملک کی حیثیت سے جانا جائے گا۔

☆☆☆

چیئرمین شعبۂ سنّی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اتر پردیش میں سماجوادی پارٹی کو تقویت

بی جے پی سمیت پانچ جماعتوں کے کئی رہنما ایس پی میں شامل

اکھلیش یادو نے کہا، پی ڈی اے خاندان میں باہمی محبت، اپنائیت اور ہمدردی سے پارٹی مزید مضبوط ہوگی

لکھنؤ: سماجوادی پارٹی کے قومی صدر اور اتر پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ اکھلیش یادو کی قیادت اور پارٹی کی پالیسیوں پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے بی جے پی، بی ایس پی، آزاد سماج پارٹی، نشاد پارٹی اور راشٹریہ لوک دل کو چھوڑ کر درجنوں اہم اور بااثر رہنما اپنے حامیوں کے ساتھ جمعہ کے روز سماجوادی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ سماجوادی پارٹی کی رکنیت حاصل کرنے والوں میں بی جے پی کے رہنما اور سابق رکن پارلیمنٹ راج پال سینی، سابق رکن پارلیمنٹ شیام چرن گپتا کے صاحب زادے وروپ اگروہری، بریلی منڈل کی چھتریہ مہاسبھا کے نائب صدر اور بدایوں کے بی جے پی رہنما روی پرتاپ سنگھ، بی جے پی کی ریاستی عاملہ کے رکن اور شاملی کے ہربیر ملک، سابق وزیر ریاض احمد کے صاحب زادے اور بی ایس پی کے ٹکٹ پر پیلی بھیت اسمبلی حلقے سے انتخاب لڑنے والے شانے علی، بی ایس پی کے ٹکٹ پر غازی آباد لوک سبھا حلقے سے امیدوار رہنے والے ٹھاکر نند کشور پنڈیر، مغربی اتر پردیش میں آزاد سماج پارٹی کے انچارج کمل گوتم اور شاملی کے نشاد پارٹی رہنما شوکیندر آچاریہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ راشٹریہ لوک دل کے شاملی سے تعلق رکھنے والے سنجیو پردھان، راجندر ملک، برجندر ملک اور شوبھم ملک نے بھی سماجوادی پارٹی کی رکنیت حاصل کی۔ شاملی کے راجندر سنگھ اور سابق کھتولی اسمبلی حلقے کے سیوان سینی بھی سماجوادی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ اس موقع پر اکھلیش یادو نے پارٹی میں شامل ہونے والے تمام رہنماؤں، کارکنوں اور ان کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ سماجوادی پارٹی کے کارکنوں کے درمیان جتنی محبت بڑھے گی، ایک دوسرے کے تئیں ہمدردی اور اپنائیت کا جذبہ جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی پی ڈی اے خاندان مستحکم ہوگا۔

اکھلیش یادو نے کہا کہ آج سماجوادی پارٹی میں شامل ہونے والے رہنماؤں کے ساتھ پی ڈی اے خاندان سے وابستہ پال، کشیپ، پرجاپتی اور دلت سماج کے لوگ بھی آئے ہیں۔ تمام طبقات کے لوگ سماجوادی پارٹی سے وابستہ ہو رہے ہیں، جس سے پارٹی کی طاقت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پارٹی میں پرانے ساتھیوں کے ساتھ نئے آنے والوں کا بھی خیر مقدم ہے۔ رہنماؤں کی سماجوادی پارٹی میں شمولیت کا یہ محض آغاز ہے۔ سماجوادی پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری شیو پال سنگھ یادو نے کہا کہ گزشتہ کئی دنوں سے ریاست کے مختلف اضلاع سے بااثر افراد سماجوادی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں اور پارٹی کا قافلہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ 2027 میں ریاست کے عوام، کسان، غریب اور نوجوان اکھلیش یادو کی قیادت میں حکومت بنائیں گے۔ شیو پال سنگھ یادو نے سابق رکن پارلیمنٹ راج پال سینی سمیت پارٹی میں شامل ہونے والے تمام رہنماؤں کا خیر مقدم کیا۔ مظفر نگر کے رکن پارلیمنٹ ہریندر ملک نے کہا کہ اتر پردیش کا محنت کش طبقہ، پی ڈی اے، کسان، نوجوان اور طلبہ آج سماجوادی پارٹی اور اکھلیش یادو سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اکھلیش یادو نے گنے کے کسانوں کو 50 روپے فی کوئنٹل بونس دیا تھا، جسے مغربی اتر پردیش کے کسان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ ہریندر ملک نے دعویٰ کیا کہ آئندہ انتخابات میں مغربی اتر پردیش کا محنت کش اور کسان طبقہ سماجوادی پارٹی کو سب سے زیادہ نشستیں دلانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ انہوں نے پارٹی میں شامل ہونے والے تمام رہنماؤں کا خیر مقدم کیا۔

کیرانہ کی سماجوادی پارٹی رکن پارلیمنٹ اقرا حسن نے کہا کہ بی جے پی حکومت میں کسان، طلبہ، نوجوان، مزدور اور تاجر سبھی پریشان ہیں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ بی جے پی کے مبینہ ظلم اور استحصال کے خلاف پی ڈی اے اور کسان متحد ہو رہے ہیں۔ اقرا حسن نے دعویٰ کیا کہ اس مرتبہ اسمبلی انتخابات میں مغربی اتر پردیش سے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کر کے سماجوادی پارٹی اکھلیش یادو کی قیادت میں حکومت بنائے گی۔ اس موقع پر سابق رکن پارلیمنٹ راج پال سینی نے کہا کہ بی جے پی حکومت سے عوام اب بیزار ہو چکے ہیں اور اکھلیش یادو دوبارہ وزیر اعلیٰ بننے جا رہے ہیں۔ تقریب میں پیلی بھیت کے ضلع صدر دھرمیش گنگوار، بدایوں کے ضلع صدر آشیش یادو، مظفر نگر کے ضلع صدر ضیا چودھری، میرٹھ کے ضلع صدر کرم ویر سنگھ گومی، غازی آباد کے ضلع صدر فیصل حسین، بلند شہر کے ضلع صدر مطلوب علی اور ہاپوڑ کے ضلع صدر آنند گرجر عرف بٹو پردھان سمیت دیگر رہنما موجود تھے۔

417 آسامیوں پر تقرری کا راستہ صاف، تعلیمی قابلیت پر عدالت مہر

جونیئر تجزیہ کار تقرری کیس میں UPFSDA کی بڑی قانونی کامیابی، ہائی کورٹ نے عرضی خارج کی

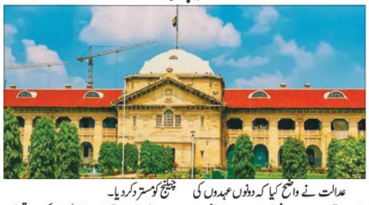

لکھنؤ۔ اتر پردیش فوڈ سیفٹی اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ (UPFSDA) نے 417 جونیئر تجزیہ کار (فوڈ) کے عہدوں کی تقرری میں ایک بڑی قانونی کامیابی حاصل کی ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بینچ کی دو رکنی ڈویژن بنچ نے بھرتی کے لیے مقرر کردہ تعلیمی قابلیت کو چیلنج کرنے والی ایک عرضی کو خارج کر دیا۔ جسٹس اتابھ کمار رائے اور جسٹس آلوک ماتھر پر مشتمل ڈویژن بنچ نے اپنے فیصلے میں واضح کیا کہ ریاستی حکومت نے جونیئر تجزیہ کار (فوڈ) کے عہدہ کے لیے جو تعلیمی قابلیت مقرر کی ہے وہ قانونی دفعات کے مطابق ہے۔ عدالت نے متعلقہ بھرتی قوانین کو درست قرار دیتے ہوئے درخواست خارج کر دی۔

تعلیمی قابلیت اور بھرتی کے قوانین کو چیلنج کیا گیا

اس کیس میں اشتہار نمبر 04/2024 کے تحت 417 جونیئر تجزیہ کار (خوراک) کے عہدوں پر براہ راست بھرتی شامل ہے۔ پنکج کمار سمیت دس درخواست گزاروں نے اتر پردیش فوڈ سیفٹی اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ اینالسٹ (فوڈ اینڈ ڈرگ لیبارٹری) سروس رولز 2017 کے رول 8(2) میں 2020 کی ترمیم اور بھرتی کے اشتہار میں دی گئی تعلیمی قابلیت کو چیلنج کیا۔ درخواست گزاروں نے استدلال کیا کہ فوڈ ٹیکنالوجی، ڈیری ٹیکنالوجی، آئل ٹیکنالوجی اور بائیو ٹیکنالوجی جیسی مضامین کی ڈگریوں کو بھی بھرتی کے لیے اہلیت کے معیار میں شامل کیا جانا چاہیے۔

عدالت نے واضح کیا کہ دونوں عہدوں کی نوعیت مختلف ہے اپنے فیصلے میں، ڈویژن بنچ نے جونیئر اینالسٹ (فوڈ) اور فوڈ اینالسٹ کے عہدوں کے درمیان قانونی فرق پر نمایاں طور پر زور دیا۔ عدالت نے کہا کہ دونوں عہدے الگ الگ ہیں اور ان کے لیے سروس رولز مختلف قانونی دفعات کے تحت چلتے ہیں۔ ریاستی حکومت نے جونیئر تجزیہ کار (خوراک) کے عہدے کے لیے قابلیت قائم کرتے ہوئے، خوراک کے تجزیہ کار کے لیے مرکزی قواعد میں متعین متبادل کم از کم قابلیت میں سے ایک کو شامل کیا۔ لہٰذا دونوں قوانین میں کوئی قانونی تضاد نہیں ہے۔

عدالت نے یہ بھی واضح کیا کہ بھرتی کے لیے اضافی تعلیمی قابلیت کو شامل کرنا یا ڈگری کو مساوی قرار دینا بھرتی کرنے والی اتھارٹی اور ریاستی حکومت کے پالیسی دائرہ اختیار میں ہے۔ عدالت نئی قابلیت شامل کر کے خود سے بھرتی کے قواعد کو دوبارہ نہیں لکھ سکتی۔ اس بنیاد پر، ڈویژن بنچ نے قاعدہ 8(2) کو درست قرار دیتے ہوئے چیلنج کو مسترد کر دیا۔

یہ فیصلہ جونیئر تجزیہ کار (خوراک) کی بھرتی کے لیے مقرر کردہ تعلیمی قابلیت کے لیے ایک قانونی چیلنج کو مسترد کرتا ہے۔ بھرتی کے اشتہار کے تحت کل 417 آسامیاں پُر کی جانی ہیں۔ چونکہ تحریری امتحان اور دستاویزات کی تصدیق پہلے ہی مکمل ہو چکی ہے، اس لیے انتخابی عمل کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے جب مزید عمل کے حوالے سے محکمانہ حیثیت واضح ہو جائے۔

وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کی قیادت میں ریاستی حکومت نوجوانوں کو سرکاری خدمات میں مواقع فراہم کرنے اور بھرتی کے عمل کو تیز کرنے پر توجہ مرکوز کر رہی ہے۔ 417 جونیئر تجزیہ کار (خوراک) کے عہدوں سے متعلق قانونی رکاوٹوں کو دور کرنا ملازمت کے اس وسیع مشن کے لیے بہت ضروری ہے۔ ان عہدوں کے لیے انتخاب سے فوڈ سیفٹی سسٹم کے لیے تکنیکی انسانی وسائل فراہم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ اس سے کھانے کے معیار کی جانچ، لیبارٹری کے کام، اور صارفین کے مفادات کے تحفظ سے متعلق محکمانہ کاموں کو مضبوط کرنے کی امید ہے۔

ایس پی کی حالت نہ صرف مغرب بلکہ پورے اتر پردیش میں خراب، 2027 میں پارٹی کا صفایا یقینی: او پی راج بھر

لکھنؤ، 16 اکتوبر (یو این آئی) اتر پردیش حکومت کے کابینہ وزیر اور سہیل دیو بھارتیہ سماج پارٹی (ایس بی ایس پی) کے صدر اوم پرکاش راج بھر نے دعویٰ کیا کہ سماج وادی پارٹی (ایس پی) کی حالت صرف مغربی اتر پردیش میں ہی خراب نہیں ہے، بلکہ پوری ریاست میں پارٹی کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ مسٹر راج بھر نے دعویٰ کیا کہ 2027 کے اسمبلی انتخابات میں سماج وادی پارٹی کا صفایا ہونا یقینی ہے اور اکھلیش یادو اپنی سیاسی زمین کھسکنے سے مایوس ہیں۔ اکھلیش یادو نے جمعہ کو ایک پریس کانفرنس میں گنے کے کسانوں کے مسائل کا مسئلہ اٹھایا تھا اور مغربی اتر پردیش میں سماج وادی پارٹی کی طاقت کا دعویٰ کیا تھا۔ راج بھر نے ایس پی حکومت کی میعاد پر سوال اٹھاتے ہوئے اس کا جواب دیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ اکھلیش یادو کسانوں کے مسائل پر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان کے دور حکومت میں گنے کے کسانوں کو ادائیگی کے لیے طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑا۔ راج بھر نے اکھلیش یادو کو جھوٹ کی دکان ٭ قرار دیتے ہوئے انہیں نشانہ بنایا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ایس پی حکومت کے دوران گنے کے کاشتکاروں کو وقت پر ادائیگی نہیں ہوئی اور انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

راج بھر نے دعویٰ کیا کہ یوگی آدتیہ ناتھ کی قیادت والی بی جے پی حکومت کے تحت گنے کے کسانوں کو ریکارڈ ادائیگیاں ہوئی ہیں اور ادائیگی کے نظام میں بہتری آئی ہے۔ اکھلیش یادو کو کسانوں کے مفادات کی بات کرنے سے پہلے اپنے دور اقتدار کا حساب دینا چاہیے۔ ایس پی کی انتخابی تیاریوں پر تبصرہ کرتے ہوئے راج بھر نے کہا کہ مغربی اتر پردیش میں پارٹی کی طاقت کا دعویٰ اصل صورتحال سے میل نہیں کھاتا۔ انہوں نے کہا کہ پوروانچل میں سبھاسپا، نشاد پارٹی اور اپنا دل جیسی پارٹیاں ایس پی کے سیاسی اثر کو چیلنج کر رہی ہیں۔

سیلاب متاثرین کو ریلیف فراہم کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی جائے گی: سریش کھنہ

انچارج وزیر نے فیض اللہ گنج میں سیلابی صورتحال کا جائزہ لیا، امدادی کارروائیوں کو تیز کرنے کی ہدایت دی

لکھنؤ۔ اتر پردیش کے وزیر خزانہ اور پارلیمانی امور کے وزیر اور ضلع لکھنؤ کے انچارج وزیر سریش کمار کھنہ نے فیض اللہ گنج کے سیلاب متاثرہ علاقوں کا معائنہ کیا اور راحت اور بچاؤ کاموں کا جائزہ لیا۔ انہوں نے عہدیداروں کو ہدایت دی کہ وہ پانی کی نکاسی میں تیزی لائیں اور متاثرہ خاندانوں کو ضروری خدمات کی بلا تعطل فراہمی کو یقینی بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ آفت کی اس گھڑی میں حکومت کی اولین ترجیح شہریوں کی حفاظت اور انہیں فوری ریلیف فراہم کرنا ہے۔

انچارج وزیر نے میئر، میونسپل کمشنر، میونسپل کارپوریشن ٹیم اور عوامی نمائندوں کی کوششوں کی تعریف کی جو گزشتہ 16 دنوں سے شدید بارش سے پیدا ہونے والے مشکل حالات سے مسلسل نبرد آزما رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انتظامیہ کی فعالی سے پانی بھرنے، سڑکوں اور پینے کے پانی سے متعلق مسائل پر مؤثر طریقے سے قابو پایا جا رہا ہے۔ مسٹر کھنہ نے متاثرہ خاندانوں کو پینے کے صاف پانی اور راشن کی باقاعدہ فراہمی کو یقینی بنانے کی ہدایت دی، اور متعدی بیماریوں سے بچنے کے لیے خصوصی صفائی مہم، کیڑے مار دوا کے چھڑکاؤ اور فوگنگ پر زور دیا۔ انہوں نے ان تنظیموں اور رضا کار تنظیموں کی بھی ستائش کی جو امدادی سرگرمیوں میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

انچارج وزیر نے کہا کہ اندازہ ہے کہ متاثرہ علاقوں سے پانی مکمل طور پر نکلنے میں تقریباً تین سے چار دن لگیں گے۔ اس کے بعد بھی اگلے 10 سے 12 دنوں تک ریلیف، صفائی اور بحالی کی کارروائیاں جاری رہیں گی، تاکہ زندگی جلد از جلد معمول پر آ سکے۔ مسٹر کھنہ نے کہا کہ وزیر اعلیٰ مسٹر یوگی آدتیہ ناتھ نے متاثرہ علاقوں کا فضائی سروے کیا ہے اور راحت اور بچاؤ کے لئے ضروری ہدایات دی ہیں، وہیں وزیر دفاع مسٹر راجناتھ سنگھ نے بھی موقع پر پہنچ کر شہریوں کی خیریت دریافت کی ہے اور انہیں راحت کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈبل انجن والی حکومت مشکل کی اس گھڑی میں سیلاب متاثرہ لوگوں کے ساتھ مضبوطی سے کھڑی ہے۔ حکومت اور انتظامیہ اس بات کو یقینی بنائے گی کہ حالات معمول پر آنے تک ریلیف اور بحالی کے کاموں میں کوئی کمی نہ آئے۔

پہلی بار ریاست سے ویتنام کو مائع گلوکوز کی تجارتی برآمد

لکھنؤ/کانپور۔ اتر پردیش نے زرعی اور پراسیس شدہ کھانے کی مصنوعات کی برآمد کو فروغ دینے میں ایک اہم سنگ میل حاصل کیا ہے۔ زرعی اور پراسیسڈ فوڈ پروڈکٹس ایکسپورٹ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (اے پی ای ڈی اے)، وزارت تجارت اور صنعت، حکومت ہند، اور حکومت اتر پردیش کی ایک پہل کے ذریعے، مائع گلوکوز پہلی بار کانپور سے ویتنام کو برآمد کیا گیا۔ اس موقع پر مسٹر بی ایل۔ مینا، چیئرمین، ریونیو کونسل، اتر پردیش اور ایڈیشنل چیف سکریٹری، باغبانی اور فوڈ پروسیسنگ ڈپارٹمنٹ، حکومت اتر پردیش، نے ریونیو کونسل، لکھنؤ سے برآمدی کنسائنمنٹ کو عملی طور پر جھنڈی دکھا کر روانہ کیا۔ جنرل منیجر مسز ونیتا سدھانشو، ڈاکٹر سی بی سنگھ، ڈپٹی جنرل منیجر (ڈی جی ایم)، اے پی ای ڈی اے، اور سینئر مشیر ترون بجاج بھی موجود تھے۔

اتر پردیش میں برڈ فلو کی نگرانی کے لیے مراکز کی تعداد 26 کرنے کی تجویز

لکھنؤ۔ رامسر اور دیگر اہم ویٹ لینڈ سائٹس پر ایوین انفلوئنزا (برڈ فلو) کی فعال نگرانی کو مضبوط بنانے کے لیے ڈائریکٹریٹ آف اینیمل ہسبنڈری، اتر پردیش میں ایک بین محکمہ جاتی مشاورتی میٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ اس میٹنگ میں محکمہ مویشی، محکمہ صحت، اور دیگر متعلقہ اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ میٹنگ کی صدارت ڈاکٹر راجندر پرساد (ڈائریکٹر، ایڈمنسٹریشن اینڈ ڈیولپمنٹ) اور ڈاکٹر سنگیتا تیواری (ڈائریکٹر، ڈیزیز کنٹرول اینڈ فارمس) نے کی۔ محکمہ اینمل ہسبنڈری کے تمام افسران اور تکنیکی ماہرین موجود تھے جن میں پروفیسر پی کے شکلا (.C.I.T) متھرا سے، ڈاکٹر گوتم (.P.B.T.P)، اور ڈاکٹر سوہنی ڈے (.C.I.T) بریلی سے شامل تھے۔ میٹنگ میں ہجرت کرنے والے پرندوں کے ذریعے پھیلنے والے برڈ فلو کے خلاف روک تھام، تیز رفتار نگرانی اور بین الاضلاع کوآرڈینیشن کے لیے حکمت عملی پر گہرائی سے بات چیت کی گئی۔ اجلاس میں گزشتہ سال میں کی گئی نگرانی کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور سیکھے گئے اہم اسباق اور چیلنجز پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ شرکاء نے ریاست میں مانیٹرنگ سائٹس کی تعداد 18 سے بڑھا کر 26 کرنے کی تجویز پر اتفاق کیا۔

منی لکھنؤ میں داخل بی ایم ڈبلیو گروپ انڈیا نے اتر پردیش میں اپنی موجودگی کو بڑھایا

لکھنؤ۔ بی ایم ڈبلیو گروپ انڈیا نے لکھنؤ میں منی برانڈ کے آغاز کے ساتھ اتر پردیش میں اپنی موجودگی کو مزید مضبوط کیا ہے۔ ریٹیل نیکسٹ فارمیٹ کے تحت، اسپیڈ موٹر ویگن بی ایم ڈبلیو، منی اور بی ایم ڈبلیو موٹراڈ کو ایک ہی چھت کے نیچے لاتی ہے۔ دارالحکومت کے صارفین سیلز اور بعد از فروخت خدمات کے ساتھ گروپ کے پریمیم موبلٹی پورٹ فولیو سے مستفید ہوں گے۔ لکھنؤ میں منی کوپر آکسفورڈ ایڈیشن کی قومی سطح پر نقاب کشائی کی گئی۔ قیمت Rs55.50 لاکھ (ایکس شوروم)۔ تین دروازوں والے منی کوپر کا یہ ورژن مشہور یونین جیک ڈیزائن کو نمایاں کرتا ہے۔ یہ کار انڈیگو سن سیٹ بلیو اور چلی ریڈ رنگوں میں دستیاب ہوگی۔ سفید آئینے کی ٹوپیاں شاندار کنٹراسٹ فراہم کرتی ہیں اور کلاسک منی کاروں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ اس موقع پر بات کرتے ہوئے بی ایم ڈبلیو گروپ انڈیا کے صدر اور سی ای او ہردیپ سنگھ برار نے کہا کہ لکھنؤ لگژری گاڑیوں کے لیے ایک اہم مارکیٹ ہے۔ یہاں کے صارفین ایسے برانڈز کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کی شخصیت اور خواہشات کے مطابق ہوں۔ 2012 سے بی ایم ڈبلیو اپنی پریمیم مصنوعات، اعلیٰ کسٹمر کے تجربے، اور مضبوط مقامی موجودگی کے ذریعے اس مارکیٹ میں اپنی موجودگی قائم کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اتر پردیش میں لگژری الیکٹرک گاڑیوں کے بازار میں کمپنی کی قیادت جدید اور پائیدار نقل و حرکت کی بڑھتی ہوئی ترجیح اور اس کے الیکٹرک وہیکل پورٹ فولیو کی مضبوطی کی عکاسی کرتی ہے۔ MINI کا مخصوص انداز، طاقتور کارکردگی، اور الگ شناخت اسے لکھنؤ کے صارفین کے لیے ایک پرکشش انتخاب بناتی ہے۔ اسپیڈ موٹر ویگن کے ساتھ شراکت MINI، BMW، اور BMW Motorrad مصنوعات کو ایک ہی جگہ پر لائے گی، جو صارفین کو ذاتی نوعیت کی مدد اور گاڑیوں کی ملکیت کے فوائد فراہم کرے گی۔

روورز و رینجرز کی سرگرمیاں طلبہ میں قائدانہ صلاحیتوں کے فروغ کا مؤثر ذریعہ: پروفیسر اجے تنیجا

لینگویج یونیورسٹی میں روورز و رینجرز کے لئے ایک روزہ ابتدائی تربیتی کورس کا انعقاد

لکھنؤ: خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی میں بھارت اسکاؤٹس اینڈ گائیڈز، اتر پردیش کے اشتراک سے ابوالکلام آزاد اکیڈمک بلڈنگ کے اٹل ہال میں روورز و رینجرز کے لیے ایک روزہ ابتدائی تربیتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز روورز و رینجرز یونٹ کے نوڈل افسر ڈاکٹر ادھم سنگھ کے استقبالیہ کلمات سے ہوا۔ انہوں نے کہا کہ روورز و رینجرز جیسی سرگرمیاں طلبہ میں خدمت کا جذبہ، نظم و ضبط، خود اعتمادی اور قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرتی ہیں۔ صدارتی خطاب میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر اجے تنیجا نے طلبہ کو اپنی صلاحیتوں کا مثبت استعمال کرتے ہوئے سماجی ترقی اور فلاح و بہبود میں فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی کا مقصد معیاری تعلیم کے ساتھ طلبہ کی شخصیت سازی، اخلاقی تربیت اور سماجی شعور کو فروغ دینا بھی ہے۔ افتتاحی اجلاس کے بعد ماہرین نے تین گھنٹے کی تربیتی نشست میں طلبہ کو اسکاؤٹنگ کے بنیادی ہنر، بیرونی سرگرمیوں، ہنگامی حالات سے نمٹنے، سماجی خدمت اور شہری فرائض سے متعلق تربیت فراہم کی۔ پروگرام کی ہم آہنگی ڈاکٹر مانویندر سنگھ، انچارج روورز، اور ڈاکٹر یسریٰ احمد، انچارج رینجرز، نے کی۔ پروگرام کا اختتام اظہارِ تشکر اور قومی ترانے کے ساتھ ہوا۔ اس موقع پر طلبہ، اساتذہ اور یونیورسٹی کے افسران موجود رہے۔

ویریندر چودھری نے کانگریس قانون ساز پارٹی کے لیڈر کا عہدہ سنبھالا

لکھنؤ، 16 اکتوبر (یو این آئی) مہاراج گنج ضلع کی فرینڈا اسمبلی نشست سے کانگریس کے رکن اسمبلی ویریندر چودھری نے جمعہ کو اتر پردیش اسمبلی میں کانگریس قانون ساز پارٹی (سی ایل پی) کے لیڈر کا عہدہ سنبھال لیا۔ اتر پردیش کانگریس کی صدر آرادھنا مشرا مونا نے انہیں یہ ذمہ داری سونپی ہے۔ ریاستی کانگریس کے ترجمان انشو اوستھی نے یہ اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ عہدہ سنبھالنے کے بعد ویریندر چودھری نے کانگریس کی مرکزی قیادت، راہل گاندھی اور پرینکا گاندھی کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ نئی ذمہ داری پوری دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ نبھائیں گے۔ مسٹر چودھری نے کہا کہ کانگریس اسمبلی میں ریاست کے مظلوم، استحصال زدہ اور محروم لوگوں کی آواز بنے گی۔ پارٹی ہر طبقے، ذات اور مذہب کے لوگوں کے مسائل کے ساتھ ساتھ ریاست کی ترقی سے متعلق امور کو بھی ایوان میں اٹھائے گی۔

حکومت سبز توانائی پر مبنی صنعتوں کو فروغ دینے کیلئے پرعزم

فوڈ پروسیسنگ کسانوں کی خوشحالی اور نوجوانوں کے روزگار کے لیے ایک نئی بنیاد بن گئی ہے: کیشو پرساد موریہ

لکھنؤ۔ اتر پردیش کے نائب وزیر اعلیٰ کیشو پرساد موریہ نے کہا ہے کہ فوڈ پروسیسنگ کا شعبہ ریاست کی معیشت کا ایک اہم ستون ہے۔ یہ شعبہ کسانوں کی آمدنی بڑھانے، زرعی مصنوعات کی قدر بڑھانے اور نوجوانوں کے لیے بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فوڈ پروسیسنگ انڈسٹری وزیر اعظم جناب نریندر مودی کے ترقی یافتہ ہندوستان کے وژن کو عملی جامہ پہنانے میں ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ نائب وزیر اعلیٰ کیشو پرساد موریہ نے کہا کہ ریاستی حکومت صنعتی ترقی کے ساتھ سبز توانائی کو ترجیح دے رہی ہے۔ شمسی توانائی پر مبنی صنعتی ماڈل مستقبل کی ضرورت ہیں، جو صنعتی لاگت کو کم کرنے اور انہیں خود انحصار اور مسابقتی بنانے میں معاون ثابت ہوں گے۔ انہوں نے فوڈ پروسیسنگ ڈپارٹمنٹ کے عہدیداروں کو ہدایت دی کہ وہ اتر پردیش فوڈ پروسیسنگ انڈسٹری پالیسی-2023 کے تحت دستیاب مراعات، گرانٹس اور سرمایہ کاری کی سہولیات کی وسیع پیمانے پر تشہیر کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ کاروباری افراد ریاست میں سرمایہ کاری کے لیے آگے آئیں اور دیہی معیشت کو ایک نیا فروغ ملے۔ اسی سلسلے میں، فوڈ پروسیسنگ ڈائریکٹوریٹ میں تشکیل کردہ تشخیصی کمیٹی کی ایک میٹنگ ایڈیشنل چیف سکریٹری، باغبانی اور فوڈ پروسیسنگ ڈپارٹمنٹ، مسٹر بی ایل مینا کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اجلاس میں موصول ہونے والی سرمایہ کاری کی تجاویز کا جائزہ لیا گیا اور ضروری شرائط پر رضامندی کے حوالے سے فیصلے کیے گئے۔ اجلاس میں کمیٹی کو بتایا گیا کہ 13 اکتوبر 2026 تک آن لائن پورٹل پر کل 38 درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے 22 نئی تجاویز پیش کی گئیں۔ کمیٹی نے 19 تجاویز کی منظوری دی جبکہ تین کو ضروری جانچ پڑتال اور تعمیل کے لیے مؤخر کر دیا گیا۔ منظور شدہ تجاویز میں بیکری پراڈکٹس، فش فیڈ، ڈی ہائیڈریٹڈ فروٹ اینڈ ویجیٹیبل پروسیسنگ، پولٹری فیڈ، کاجو پروسیسنگ، سویا چن اور پاستا مینوفیکچرنگ، ریفر وہیکلز، بیکری یونٹس، سولر پاور پلانٹس اور دیگر فوڈ پروسیسنگ یونٹس سے متعلق منصوبے شامل ہیں۔ ان تجاویز سے ریاست میں فوڈ پروسیسنگ سیکٹر کو فروغ ملے گا۔ سرمایہ کاری، جدید ٹیکنالوجی کے استعمال اور صنعتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ اس سلسلے میں، کمیٹی نے ہدایت دی کہ ایس ایل بی سی نوڈل بینک یا کوٹک مہندرا بینک، ایچ ڈی ایف سی بینک، اور آئی سی آئی سی آئی بینک سمیت متعلقہ بینکوں کے زونل افسران سے خط و کتابت کے ذریعے ضروری تصدیق حاصل کی جائے۔ تصدیق کے بعد، متعلقہ تجاویز کو گرانٹ کی منظوری اور غور کے لیے کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ فوڈ پروسیسنگ انڈسٹری پالیسی-2023 کے مؤثر نفاذ کے ذریعے، اتر پردیش حکومت ریاست میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی، فوڈ پروسیسنگ یونٹس قائم کرنے اور زرعی مصنوعات کی قدر میں اضافے کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہی ہے۔

ریاست کے 71 کستوربا اسکولوں کی 2672 طالبات ہنرمند بنیں گی

لکھنؤ۔ اتر پردیش کے کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیوں (KGBVs) میں پڑھنے والی لڑکیوں کو اب رسمی اسکولی تعلیم کے ساتھ پیشہ ورانہ مہارتیں سیکھ کر خود انحصار بننے کا ایک بڑا موقع ملنے والا ہے۔ اتر پردیش اسکل ڈیولپمنٹ مشن (UPSDM) نے تعلیمی سیشن 2026-27 کے لیے 'پروجیکٹ پروین' کے تحت ریاست بھر کے 71 کستوربا ودیالیوں کی 2672 لڑکیوں کو مختلف روزگار پر مبنی شعبوں میں ہنر کی تربیت فراہم کرنے کا ایک اہم ہدف مقرر کیا ہے۔ اس کے لیے تمام متعلقہ اضلاع میں بنیادی تیاریوں کو تیزی سے مکمل کرنے کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

اس اختراعی اقدام کے تحت طالبات کو ان ڈیمانڈ، جدید شعبوں جیسے کہ صحت کی دیکھ بھال، IT-ITES، ملبوسات، میڈیا اور تفریح، اور سبز ملازمتوں میں خصوصی تربیت فراہم کی جائے گی۔

مشن ڈائریکٹر پلکت کھرے نے 2 نومبر تک کلاسز شروع کرنے اور معیاری تربیت کو یقینی بنانے کی ہدایات جاری کیں

اس کا مقصد طالب علموں کو اسکول کی سطح پر عملی تکنیکی معلومات فراہم کرنا، ان میں اعتماد پیدا کرنا اور انہیں مستقبل میں روزگار کے حصول یا اپنے کاروبار قائم کرنے کے قابل بنانا ہے۔

ریاستی وزیر برائے پیشہ ورانہ تعلیم، ہنرمندی کی ترقی اور انٹرپرینیورشپ کے وزیر مملکت (آزادانہ چارج) جناب کپل دیو اگروال نے کہا کہ وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کی قابل قیادت میں ریاستی حکومت 'مشن شکتی' اور 'سکل ڈیولپمنٹ مشن' کے ساتھ مل کر بیٹیوں کو خود انحصار، بااختیار اور اقتصادی طور پر خود مختار بنانے کے لیے پوری وابستگی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ یوگی حکومت کا واضح نظریہ ہے کہ ہماری بیٹیوں کے ہاتھ میں کتابوں کے ساتھ ہنر کی طاقت ہونی چاہیے، تاکہ وہ کسی پر انحصار کیے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکیں۔

پروجیکٹ پروین کے ذریعے، کستوربا اسکولوں کی دیہی اور پسماندہ لڑکیوں کو صنعت کے تقاضوں کے مطابق کلاس روم کی سطح پر جدید تجارت، کمپیوٹر ٹیکنالوجی، اور مصنوعی ذہانت کی تربیت دی جائے گی۔ یہ اقدام لڑکیوں کی زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں لائے گا اور ریاست کی مجموعی خواتین کو بااختیار بنانے کو نئی بلندیوں تک لے جائے گا۔ اسکل ڈیولپمنٹ مشن کے ڈائریکٹر پلکت کھرے نے تمام متعلقہ تربیت فراہم کرنے والوں اور ڈسٹرکٹ پروگرام مینجمنٹ یونٹس (DPMUs) کو بروقت تیاریوں کو مکمل کرنے کی سخت ہدایات جاری کی ہیں۔

سپریم کورٹ کی سماعت سے انصاف کی امید

شہری حقوق کے تحفظ پر زور

سہارنپور (احمد رضا) ان دنوں ملک بھر میں حال ہی میں ہونے والے احتجاجوں سے جڑے حساس معاملے پر سپریم کورٹ کی تازہ سماعت نے ایک بار پھر ملک کے جمہوری ڈھانچے، اظہارِرائے کی آزادی اور شہریوں کے بنیادی حقوق کو بحث کے مرکز میں لاکھڑا کیا ہے 12 سالوں سے ملک کا مسلم اور لاچار طبقہ بلڈوزر اور فرضی مقدمات کی آفتوں کو خون کے آنسو پی پی کر برداشت کر رہا ہے اب لاچاروں میں کچھ امید جاگی ہے کہ شاید انصاف مل جایئگا، آج کل کے مظاہرے کے مقام سے لے کر کورٹ روم تک کے اس سفر میں اعلیٰ عدالت کے سخت رخ اور اہم ہدایات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ قانون انتظام برقرار رکھنے کے نام پر کسی کے آئینی حقوق کی پامالی قابلِ قبول نہیں ہے عدالت کی کارروائی نے کئی اہم نکات پر سنگین سوالات کھڑے کیے ہیں اور عدلیہ کی ترجیحات کو اجاگر کیا ہے۔ جمہوریت کے چوتھے ستون پر حملہ ہمیشہ تشویشناک رہا ہے۔ خاتون صحافیوں کے ساتھ مبینہ بدسلوکی کے الزامات کو اعلیٰ عدالت نے انتہائی سنجیدگی سے لیا ہے اور منصفانہ تحقیقات کے لیے خاتون ججوں و اراکین پر مشتمل کمیٹی کی تشکیل کا خیال اس بات کا ثبوت ہے۔ اس کے ساتھ ہی، ایک خاتون صحافی کو SC/ST ایکٹ کے تحت فی الحال تادیبی کارروائی سے دی گئی راحت یہ پیغام دیتی ہے کہ بے باک صحافت کے حق کو دباؤ والے اقدامات سے محفوظ رکھا جانا چاہیے قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو اختیارات ملنا ایک بات ہے، لیکن ان اختیارات کا غیر آئینی یا حد سے زیادہ استعمال جمہوریت کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا ہے راہل گاندھی اور دیگر اپوزیشن رہنماؤں کی جانب سے ووٹر لسٹ کی خصوصی نظر ثانی (SIR) سے جڑی چیلنج کو مظاہرے سے متعلق درخواستوں سے الگ رکھ کر کورٹ نے یہ یقینی بنایا کہ آئینی و انتظامی امور سے جڑے معاملات پر بغیر کسی الجھن کے آزادانہ سماعت ہو سکے اعلیٰ عدالت کی یہ مداخلت بلا شبہ راحت بخش ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ملک کے عدالتی اور انتظامی نظام کے سامنے کچھ تلخ اور بنیادی سوالات بھی چھوڑتی ہے۔ کیا منصفانہ تحقیقات ممکن ہوں ملک بھر میں پچھلے بارہ سالوں سے جو ظلم اور ناانصافی مسلم آبادی کے ساتھ کی جارہی ہے اسکا تدارک کب اور کیسے ممکن ہوگا سنبھل کی جامع مسجد کے سامنے پولیس چوکی میں اعلی آفسران ہون پوجن کر رہے ہیں دوسری جانب آزان دینے پر بجنور کے قلعہ محلّہ میں مسجد کے امام کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا ہے اس ملک میں ہندو قاتلوں اور مجرموں کا دوسرے دن ضمانت دی جارہی ہے جبکہ سالہا سال سے مسلم افراد کو حراست میں رکھا جارہا ہے انکو ضمانتیں نہی مل رہی ہے عدالتوں کو اس سنگین حالت کو بھی دیکھنا چاہیئے تا کہ ملک بھر میں قابل احترام عدلیہ کا وقار بلند رہے! واضع ہو کہ لمبے عرصے سے ملک کے صوبہ اتر پردیش، آسام، مدھیہ پردیش، گجرات، ہریانہ اور راجستھان جیسی بڑی ریاستوں میں قریب قریب 58 فیصد مسلم افراد روزی روٹی مکان دکان اور مسجدوں کو ترسنے لگے ہیں بلڈوزر چلا کر مسلم آبادی کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے قریب بارہ سالوں سے بھاجپا قیادت والی ریاستوں میں مسلم آبادی پر زندگی دشوار سے دشوار کردی گئی مسلم آبادی پر مسلسل ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں ہزاروں مکانات، دکانات اور قیمتی سے قیمتی بلڈ گیں زمین میں ملا دی گئی ہزار صاحب دولت مسلم افراد کو مٹی میں ملا دیا گیا ہزاروں کی زمین جائیدادیں ضبط کر انکو فوجداری مقدمات میں ملوث کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا حالات حاضرہ کے پیش نظر عدالتیں بھی خاموش رہ کر تماشا دیکھنے میں مصروف ہیں وہیں اپوزیشن جماعتوں کی بھی زبانیں بند ہیں لگتا ہے کہ شدت پسند افراد کو اب دین اسلام سے اس قدر نفرت اور جلن ہوگئی ہے کہ وہ مسلم افراد کو برداشت نہیں کر پا رہے ہیں! دین اسلام کی طور طریقوں میں شاید ان ہندو شدت پسند افراد کو اپنی ہلاکت نظر آرہی ہے تبھی تو یہ آزان، نماز، قرآن مجید، مساجد اور مدارس برداشت ہی نہیں کر پار ہے ہیں جگہ جگہ مسلم آبادی کے خلاف نفرت حسد اور پرانی دشمنی جیسا نظارہ دکھائی دے رہا ہے پتہ نہیں ہم سے کون سا بدلہ لیا جارہا ہے سامنے آکر لڑنے کی ہمت اور حوصلہ نہی صرف اور صرفِ پولیس کی موجودگی میں پولیس کی طاقت پر پچھلے بارہ سال سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حد سے زیادہ ظلم اور فرعونیت کے ساتھ حملے کئے جارہے ہیں! ظلم و ناانصافی اور دہشت گردی پر ملک بھر کی عدالتیں بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں یہ کس قدر درد بھری داستانیں ہیں آخر مسلم جائیں تو کہاں جائیں احتجاج کرنے پر جواب ملتا ہے کہ ہم نے عدالتی فیصلے کے بعد غیر قانونی طور سے بنائے گئے مدارس اسلامیہ، مزارات اور مساجد و مکانات پر بلڈوزر چلادئے گئے اس بلڈوزر ایکشن کے بعد سوشل میڈیا اور اخبارات پر بیان آتا ہے کہ ہم نے مسلم افراد کو بلڈوزر چلا کر مٹی میں ملا دیا ہے یہ خبر سن کر شدت پسند افراد مٹھائیاں تقسیم کرنے لگتے ہیں" ہندو شدت پسند افراد کا یہ اتنا زہریلا طرز عمل ہے کہ اس طرح کے زہر پھیلانے اور نفرت پھیلانے والے عمل سے آج نہی تو کل پورے ملک میں فرقہ پرستی اور دو طبقوں کے درمیاں بڑی خلیج پیدا ہوسکتی ہے اور ایسے نازک حالات میں سرکار کی تمام تدبیریں ناکام ہو کر رہ جائیں گی اگر ایسا ہوتا ہے تو ملک کمزور ہوجائے گا اور باہری ممالک کو ہاتھ سینکنے کا موقع مل جایئگا مٹھی بھر ہندو شدت پسند اور متعصب آفسران مسلم دشمنی میں ملک کی آزادی اور استحکام اور سکون و ترقی کو تباہ اور برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں مدارس اسلامیہ اور مساجد پر بلڈوزر چلا جارہے ہیں مسلم افراد کو نقصان پہنچانے پر یہ متعصب ٹولہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے انکو ملک کے استحکام امن و سلامتی کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے یہ صرف دین کیا متعلقہ ایجنسیاں عدالتی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بغیر کسی دباؤ کے ڈیجیٹل ثبوتوں کی حفاظت اور شفاف تحقیقات یقینی بنائیں گے کیا اس بابت کوئی جواب دہی طے ہوگی؟ کیا صحافیوں اور وکلاء کے ساتھ ہوئی مبینہ بدسلوکی اور زیادتی کے لیے قصوروار پائے جانے والے افسران کے خلاف سخت کارروائی ہوگی؟ آئینی حقوق کے تحفظ کا دائرہ کیا ہو؟ کیا ہمارا نظام ایسا ماحول بنا پائے گا جہاں پر امن مظاہرین، آزاد صحافی اور عدلیہ کے پاسبان (وکلاء) بغیر کسی خوف کے اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکیں جمہوریت کی زندگی اس بات میں نہیں ہے کہ حکومت کتنی طاقتور ہے، بلکہ اس بات میں ہے کہ ایک عام شہری، صحافی اور قانون کا محافظ اپنے حقوق کا استعمال کرنے میں کتنا محفوظ محسوس کرتا ہے۔ سپریم کورٹ کی یہ سماعت انصاف کی امید ضرور جگاتی ہے۔

جھانسی میں 100 سال پرانی بستی کو خالی کرنے کے الٹی میٹم سے مچی افراتفری

رہائشیوں نے کیا سوال اب ہم کہاں جائیں

جھانسی: 16 اکتوبر (پی این ایس) صدر بازار تھانہ علاقے میں کنج واٹیکا کے پیچھے واقع گنیش ماڈیا چھاؤنی علاقے میں ایک بستی کو خالی کرانے کو لے کر تنازعہ شروع ہوگیا ہے۔ رہائشیوں کا الزام ہے کہ فوجی اہلکار دو روز قبل بستی میں پہنچے اور 15 اور 16 اکتوبر تک اپنے گھر خالی کرنے کا الٹی میٹم جاری کیا۔ مکینوں کا کہنا ہے کہ اگر وہ مقررہ وقت میں خالی نہ ہوئے تو انہیں بلڈوزر سے مسمار کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ان کی دھمکی نے بستی میں رہنے والے تقریباً 40 خاندانوں کے لیے رہائش کا بحران پیدا کر دیا ہے۔ مقامی باشندوں کا دعویٰ ہے کہ وہ یہاں کئی دہائیوں سے مقیم ہیں، کچھ خاندان تیسری اور چوتھی نسل میں رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ کنٹونمنٹ بورڈ کو ہاؤس ٹیکس ادا کرتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے گھر خالی کرنے کے نوٹس سے پریشان ہیں۔ مکینوں نے ضلع انتظامیہ سے شکایت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ انخلاء کی کارروائی بند کی جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی سابقہ رہائش گاہ اور دیگر دعوؤں سے متعلق دستاویزات انتظامیہ کو جمع کرادی ہیں۔ رہائشیوں کا کہنا ہے کہ انہیں اپنے گھر خالی کرنے کے لیے بہت کم وقت دیا گیا ہے۔ اسے پیک کرنا اور منتقل کرنا مشکل ہے۔ اچانک خالی کرانے کے الٹی میٹم نے ان کے لیے رہائش کا بحران پیدا کر دیا ہے۔ سابق مرکزی وزیر پردیپ جین نے کچی آبادیوں کے لیے حمایت کا اظہار کیا ہے۔ مقامی رہائشی منی دیوی نے کہا کہ فوجی اہلکاران سے اپنے گھر خالی کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایسا نہ کرنے کی صورت میں بلڈوزر استعمال کرنے کی دھمکی دی ہے۔ میرا شوہر بیمار اور معذور ہے، ایسی حالت میں میں اپنے گھر والوں کے ساتھ کہاں جاؤں گی؟ ہری کرشنا نے بتایا کہ کچی بستی میں تقریباً 40 مکانات ہیں۔ یہاں رہنے والے خاندان طویل عرصے سے یہاں کے رہنے والے ہیں اور کئی خاندان یہاں نسلوں سے آباد ہیں۔ ان کا الزام ہے کہ فوج نے 15 اور 16 اکتوبر تک مکانات خالی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ فوجیوں نے خبردار کیا کہ اگر مقررہ وقت میں مکانات خالی نہ کیے گئے تو انہیں بلڈوزر کے ذریعے مسمار کر دیا جائے گا۔

بستی میں ایک ہی گاؤں کے پانچ دوست بنے کانسٹیبل

بستی: 16 اکتوبر (پی این ایس) ہرریّا علاقے کے دوبولیا بلاک کے نانڈے کنواں گاؤں سے دل کو چھو لینے والی خبر سامنے آئی ہے۔ اس چھوٹے سے دیہی علاقے کے پانچ قریبی دوستوں نے بیک وقت اتر پردیش پولیس میں کانسٹیبل کے طور پر منتخب ہو کر پورے علاقے کا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ اس شاندار کامیابی سے نہ صرف پانچ نوجوانوں کے گھروں میں تہوار کا ماحول ہے بلکہ پورا گاؤں ان کی کامیابی کا جشن منا رہا ہے۔ نانڈے کنواں گاؤں کے رہنے والے ان پانچ دوستوں کے نام اکھلیش ستیم دوبے ولد کرشنا کمار، آدرش دویدی ولد کرشنا کمار، دیپک دوبے ولد شیو کانت، آدتیہ ناتھ دوبے ولد مہاتما پرساد اور روہت پرجاپتی ولد شیو پرساد ہیں۔ انہوں نے اپنی ابتدائی اور ثانوی تعلیم مختلف اسکولوں سے حاصل کی۔ اپنی انٹرمیڈیٹ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، انہوں نے اپنے مستقبل کو دوبارہ ترتیب دینے اور سرکاری ملازمت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان نوجوانوں کے لیے یہ سفر بالکل آسان نہیں تھا، کیونکہ انہیں روزانہ کی بنیاد پر اپنے خاندان کی مالی مشکلات سے نمٹنا پڑتا تھا۔ اپنی تیاری کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے، اکھلیش نے اپنے گاؤں کے قریب ایک پرائیویٹ اسکول میں ٹیچر کی ملازمت اختیار کی اور اپنی تنخواہ سے پڑھائی جاری رکھی۔ دوسری طرف، آدرش نے گھر سے تندہی سے تیاری کی، شام کے وقت چھوٹے بچوں کو اپنی پڑھائی میں مدد کے لیے کوچنگ دی۔ ان دونوں نے اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ مل کر مشکلات کا مقابلہ کیا اور ثابت قدم رہنے کا راستہ تلاش کیا۔ ان تمام دوستوں کی سب سے بڑی طاقت ان کی باہمی افہام و تفہیم اور ایک دوسرے کی غیر متزلزل حمایت تھی۔

ملک کا سارا ماحول امریکی تاجر ایلون مسک کے کہنے پر خراب کیا جارہا ہے

بی جے پی لیڈر او سابق ایم پی برج بھوشن سرن کا تحریکوں کو لے کر چونکا دینے والا بیان

اناؤ: 16 اکتوبر (پی این ایس) اتر پردیش کے سینئر بی جے پی لیڈر اور سابق ایم پی برج بھوشن شرن سنگھ نے ملک بھر میں چل رہے مختلف احتجاج اور تحریکوں کو لے کر ایک بڑا اور چونکا دینے والا بیان دیا ہے۔ اناؤ میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے براہ راست الزام لگایا کہ ملک میں یہ سارا ماحول امریکی تاجر ایلون مسک کے کہنے پر بنایا جارہا ہے اور ہندوستان کے خلاف ایک بڑی بین الاقوامی سازش رچی جارہی ہے۔ بی جے پی لیڈر نے کہا کہ ہمارے ملک کا موازنہ پاکستان اور بنگلہ دیش جیسے ممالک سے کیا جا رہا ہے اور یہ ملک کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے کہ سپریم کورٹ کو دھمکانے کے مقصد سے مارچ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ انہوں نے طنز کیا کہ غیر ملکی طاقتیں جو صرف اپنی شرائط پر ہندوستان میں کاروبار کرنا چاہتی ہیں بالواسطہ طور پر ایسی تحریکوں کو ہوا دے رہی ہیں۔ دوسری طرف وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے بھی دہلی کے احتجاج کو لے کر کانگریس اور اس کی اتحادی جماعتوں پر سخت حملہ کیا ہے۔ لکھنؤ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے، انہوں نے الزام لگایا کہ اپوزیشن کا بنیادی مقصد ملک میں انتشار پھیلانا اور حکومت کا تختہ الٹنا ہے، جیسا کہ بنگلہ دیش کے واقعات ہیں۔ راجناتھ سنگھ نے کہا کہ نوجوانوں کو تعمیری کاموں اور قوم سازی کے لیے استعمال کرنے کے بجائے کچھ سیاسی جماعتیں اپنے سیاسی مفادات کو آگے بڑھانے اور تنازعات پیدا کرنے کے لیے انہیں پیادوں کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ جمہوریت میں احتجاج کا حق سب کو ہے لیکن آج چیف جسٹس کے ترنگا مارچ کے خلاف احتجاج کا حق کسی کو نہیں ہے۔ دریں اثنا، قومی راجدھانی دہلی اور مالیاتی راجدھانی ممبئی میں انتظامیہ چیف جسٹس کے زیر اہتمام ترنگا مارچ کے حوالے سے ہائی الرٹ پر ہے۔ ممبئی پولیس نے CJP کو شہر کے آزاد میدان میں ایک روزہ ترنگا مارچ کے انعقاد کی اجازت دے دی ہے، جبکہ دہلی پولیس نے سیکورٹی وجوہات کا حوالہ دیتے ہوئے اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے باوجود دہلی کے کناٹ پلیس اور سینٹرل پارک کے ارد گرد بے مثال حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ سینٹرل پارک کے ارد گرد 40 سے زیادہ نئے سی سی ٹی وی کیمرے نصب کیے گئے ہیں تا کہ ہر سرگرمی پر کڑی نظر رکھی جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی، چونکہ جنتر منتر سینٹرل پارک سے کچھ ہی فاصلے پر ہے، اس لیے پورے علاقے کو چھاؤنی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

دکان کے جعلی کاغذات بنا کر اپنی بیوی کے نام ٹرانسفر کرنے کا الزام

دیوبند، 16/اکتوبر (ڈاکٹر فیروز خان) دکان کے جعلی کاغذات بنا کر اسے اپنی بیوی کے نام ٹرانسفر کرنے اور مخالفت کرنے پر جان سے مار دینے کی دھمکی دینے کا الزام لگاتے ہوئے ایک شخص نے کوتوالی میں تحریر دیکر کارروائی کئے جانے کا مطالبہ پولیس سے کیا ہے۔ متاثرہ نے ملزمان سے اپنی جان کو خطرہ بھی بتایا ہے۔ تفصیل کے مطابق محلہ منکوٹہ کے رہائشی جہانگیر نے پولیس کو دی گئی شکایتی تحریر میں الزام لگایا ہے کہ کسی نے اس کے دادا کی دکان کے جعلی کاغذات اپنے نام بنا کر اپنی اہلیہ کے نام دو دکان کو ٹرانسفر کر دیا ہے۔ جس کا مقدمہ بھی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ الزام ہے کہ جمعرات کی صبح اسے دھمکی دی گئی کہ اگر وہ اس کیس میں گواہ بنا تو اس کو جان سے مار دیا جائیگا ساتھ ہی اس کے بھائیوں کو بھی جھوٹے مقدمے میں پھنسا کر جیل بھیج دیا جائے گا۔

ایک ہی طرح کی آنکھیں، لیکن دیکھنے کا نظریہ سب کا الگ ہے: پروفیسر ایچ۔ ایس۔ سنگھ

سہ روزہ جشن سر سید تقریبات میں ڈاکٹر ذکی طارق اور اِسمِتا شرما سر سید قومی ایوارڈ سے سرفراز

میرٹھ 16/ اکتوبر 2026ء سر سید نے 1857ء کے بعد انگریزوں کو آئینہ دکھایا "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر۔ انہوں نے انگریزوں کو بتایا کہ ان کی پالیسیوں میں کیا خامیاں تھیں۔ میں گذشتہ بیالیس سال سے پڑھا رہا ہوں۔ ہم سب کی ایک ہی طرح کی آنکھ ہوتی ہے۔ لیکن دیکھنے کا نظریہ سب کا الگ ہے۔ پروفیسر اسلم جمشید پوری جب سے اس یونیورسٹی میں آئے ہیں الگ طرح سے وہ چیزوں کو دیکھتے، پرکھتے اور پیش کرتے ہیں۔ یہ الفاظ تھے پروفیسر ایچ۔ اے سنگھ کے جو شعبۂ اردو میں منعقد سہ روزہ جشن سر سید تقریبات کے اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نفرت کا جواب محبت سے دینا چاہئے۔ انسان کی پہچان اس کے کردار سے ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی محسن قوم، عظیم تعلیمی رہنما سر سید احمد خاں کی یوم پیدائش کے موقع پر سہ روزہ جشن سر سید تقریبات کا شعبۂ اردو، چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی، میرٹھ میں ہوا۔ صدارت کے فرائض معروف فیزیشن ڈاکٹر ہاشم رضا زیدی نے انجام دیے اور مہمانان خصوصی کے بطور پروفیسر ایچ ایس سنگھ [سابق وائس چانسلر، شاہ کمبری دیوی یونیورسٹی، سہارنپور] نے شرکت فرمائی جب کہ مہمانان ذی وقار کے بطور پروفیسر اے کے چوبے [سابق صدر شعبۂ زولوجی] ڈاکٹر ارشد اقبال شریک ہوئے۔ استقبالیہ کلمات ڈاکٹر شاداب علیم، نظامت کے فرائض ڈاکٹر آصف علی اور شکریے کی رسم ڈاکٹر ارشاد سیانوی نے انجام دی۔ اس سے قبل آج کے پروگراموں کا آغاز شعبۂ اردو کے پریم چند سیمینار ہال میں سر سید ریسرچ اسکالر سیمینار سے ہوا۔ سیمینار کے دو سیشن عمل میں آئے جن کی محفل صدارت پر ڈاکٹر ذکی طارق، ڈاکٹر پروین، آفاق احمد خاں، حاجی سلیم سیفی، بیگم شہناز احمد، محمد اشرف رضوی رونق افروز رہے اور مقالہ نگار کے بطور نمرہ نے "اردو کے فروغ میں علی گڑھ تحریک کا حصہ"، شاہ زمن نے "سر سید بحیثیت متنی نقاد"، شاکر مطلوب نے "سر سید کی ادبی خدمات"، ڈاکٹر فرح ناز نے "ادب اور سماج کے فروغ میں سر سید کا کردار"، طاہرہ پروین نے "سر سید مصلح قوم"، محمد عابد علی قاسمی نے "سر سید کا نظریۂ تاریخ آثار الصنادید کے خصوصی حوالے سے"، نایاب نے "سر سید کے رفقاء" اور مہوش نے "سر سید کا تعلیمی نظریہ" عنوانات سے اپنے مقالے پیش کیے۔ اسی دوران سر سید تحریری مقابلہ بعنوان "" کا انعقاد بھی عمل میں آیا جس میں ایم۔ ایم۔ یو اسکول اکلا خان پور، ایچ۔ بی۔ یو۔ ایم ماڈل اسکول، شاہ پیر گیٹ، میرٹھ، نیو ہورائزن پبلک اسکول، ڈاکٹر ذاکر حسین اکیڈمی، حمیدیہ گرلز ہائی اسکول، میرٹھ گرلز انٹر کالج، ہمایوں نگر، خوشبو پبلک اسکول، اسماعیل پبلک اسکول، گزری بازار، حیدر پبلک اسکول، شیام نگر اسکولوں کے بچوں نے حصہ لیا جس میں گروپ اے سے محمد زاہد ایم۔ ایم۔ یو اسکول، سے اول، میرٹھ گرلز انٹر کالج کی آنیہ دوم، اسماعیل پبلک اسکول کی اثمیرہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ گروپ بی سے محمد عمار، ایم ایم یو اسکول، اول، میرٹھ گرلز انٹر کالج کی سمیہ نے دوم اور حیدر پبلک اسکول کی فاطمہ فرقان نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ کونسولیشن حمیدیہ اسکول کی اکشرا نے حاصل کیا۔

مشن شکتی کے تحت طالبات کو کیریئر گائیڈنس فراہم کی گئی

فتح پور۔ شاردیہ نوراتری کے موقع پر مشن شکتی فیز 0.6 کے تحت جمعہ کو سردار ولبھ بھائی پٹیل آڈیٹوریم میں طالبات کے لیے کیریئر گائیڈنس پروگرام منعقد کیا گیا۔ ضلع مجسٹریٹ ندھی گپتا وتس، پولیس سپرنٹنڈنٹ ابھیمنیو مانگلک، چیف ڈیولپمنٹ آفیسر اور ایڈیشنل پولیس سپرنٹنڈنٹ نے طالبات کو مسابقتی امتحانات کی تیاری اور خود کفیل بننے کے لیے ترغیب دی۔ پروگرام میں وزیر اعلیٰ ابھیودے اسکیم کے تحت مفت کوچنگ اور رہنمائی کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ طالبات کو یو پی ایس سی، یو پی پی ایس سی، ایس ایس سی، بینکنگ، جے ای ای مین، نیٹ، این ڈی اے، سی ڈی ایس، بی ایڈ اور ٹی ای ٹی جیسے امتحانات کی تیاری، رجسٹریشن کے طریقۂ کار اور مطالعے کی حکمت عملی سے آگاہ کیا گیا۔ افسران نے طالبات کو تعلیم اور ہنر کے ذریعے خود کفیل بننے اور اپنے حقوق کے تئیں بیدار رہنے کا پیغام دیا۔ اس کے علاوہ خواتین کی حفاظت کے لیے ہیلپ لائن نمبر 112، 1090 اور سائبر ہیلپ لائن 1930 کی معلومات فراہم کرتے ہوئے کسی بھی ہنگامی صورت حال میں پولیس سے مدد لینے کے لیے بیدار کیا گیا۔

گنے کی قیمت فی کوئنٹل 700 روپے کرنے کا مطالبہ

دیوبند، 16/اکتوبر (ڈاکٹر فیروز خان) دیوبند تحصیل کے گاؤں ظہیر پور میں پشچم پردیش مکتی مورچہ کی ایک میٹنگ کا انعقاد کیا گیا جس میں گنے کی قیمت فی کوئنٹل 700 روپے کرنے کا مطالبہ حکومت سے کیا گیا۔ منعقدہ میٹنگ میں خطاب کرتے ہوئے پشچم پردیش مکتی مورچہ کے صدر بھگت سنگھ ورمانے کہا کہ بی جے پی حکومت ہر محاذ پر ناکام ثابت ہوئی ہے شگر ملوں نے ابھی تک گنا رقم کی ادائیگی نہیں کی ہے جس کے نتیجہ میں کسان مالی بحران کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نئے گنا سیزن کی شروعات سے پہلے ہی ملوں کو کسانوں کے واجبات ادا کر دینے چاہیے تھے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ انہوں نے آنے والے انتخابات میں بی جے پی کو سبق سکھانے، گنے کی قیمت فی کوئنٹل 700 روپے کرنے اور زرعی قوانین کی واپسی تک جدوجہد جاری رکھنے کی اپیل کسانوں سے کی۔

اجتماعی شادی کی تقریب، 209 جوڑے رشتۂ ازدواج میں منسلک

مہمانِ خصوصی رکن اسمبلی اوشا موریہ اور بلاک پرمکھ انوج پرتاپ سنگھ نے نوبیاہتا جوڑوں کو دعائیں دیں

کھاگا/فتح پور۔ ترقیاتی بلاک ایرایاں کے بلاک احاطے میں جمعہ کے روز وزیر اعلیٰ اجتماعی شادی اسکیم کے تحت اجتماعی شادی اور نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں ایرایاں، بھٹورا اور ہتھگام بلاک کے کل 209 جوڑوں کی شادیاں انجام پائیں۔ ان میں ایک مسلم جوڑے کا نکاح بھی شامل تھا۔ تقریب کے دوران نوبیاہتا جوڑوں اور ان کے اہلِ خانہ میں خوشی کا ماحول رہا۔ تقریب میں ایرایاں کے 60، بھٹورا کے 71 اور ہتھگام کے 78 جوڑے شامل ہوئے۔ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے سماجوادی پارٹی کی رہنما اور حسین گنج اسمبلی حلقے کی رکن اسمبلی اوشا موریہ اور بلاک پرمکھ انوج پرتاپ سنگھ نے نوبیاہتا جوڑوں کو دعائیں دیتے ہوئے ان کی خوش گوار ازدواجی زندگی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ازدواجی زندگی میں محبت، اعتماد اور باہمی تعاون برقرار رکھنا ضروری ہے۔ وزیر اعلیٰ اجتماعی شادی اسکیم کا مقصد معاشی طور پر کمزور خاندانوں کی بیٹیوں کی شادی میں تعاون فراہم کرنا ہے۔ تقریب میں موجود لوگوں نے بھی نوبیاہتا جوڑوں کو مبارک باد پیش کی۔ اس موقع پر بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر اشوک کمار سنگھ، اے ڈی او پنچایت ارپن اگروال، اے پی او پریم دت نرمل سمیت دیگر بلاکوں کے افسران، ملازمین اور سماجی شخصیات موجود رہیں۔

بہرائچ میں ووٹر لسٹ کی نظرِ ثانی اور خصوصی مہم کے سلسلے میں ڈی ایم کی میٹنگ

سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں کو الیکشن کمیشن کی ہدایات اور پروگراموں کی دی گئی جانکاری

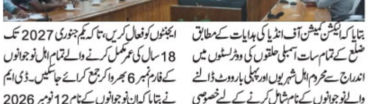

بہرائچ، (اسٹاف رپورٹر) ووٹر لسٹوں کی خصوصی گہری نظرِ ثانی 2026 کے بعد یکم اکتوبر 2026 سے ووٹر لسٹوں کی مسلسل نظرِ ثانی کے خصوصی پروگرام اور پولنگ مراکز کی تقسیم نو کے سلسلے میں کلکٹریٹ آڈیٹوریم میں تسلیم شدہ سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں کے ساتھ ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ کی ورچوئل صدارت ضلع الیکشن افسر راجیش کمار پانڈے نے کی۔ اس موقع پر ضلع الیکشن افسر نے بتایا کہ اسمبلی حلقوں کے پولنگ مراکز کی مجوزہ فہرست 19 اکتوبر 2026 کو شائع کی جائے گی اور اسی دن پولنگ مراکز کی فہرست کا مسودہ سیاسی جماعتوں کو بھی فراہم کر دیا جائے گا۔ انہوں نے سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں سے اپیل کی کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اپنے اعتراضات اور تجاویز پیش کر دیں۔ ڈی ایم نے بتایا کہ الیکشن کمیشن آف انڈیا کی ہدایات کے مطابق ضلع کے تمام سات اسمبلی حلقوں کی ووٹر لسٹوں میں اندراج سے محروم اہل شہریوں اور پہلی بار ووٹ ڈالنے والے نوجوانوں کے نام شامل کرنے کے لیے خصوصی مہم چلائی جارہی ہے۔ اس مہم کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ کوئی بھی اہل ووٹر فہرست سے محروم نہ رہے۔ اس سلسلے میں 17 اور 24 اکتوبر 2026 کو ضلع بھر میں خصوصی کیمپ منعقد کیے جائیں گے۔ انہوں نے سیاسی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بوتھ لیول ایجنٹوں کو فعال کریں، تا کہ یکم جنوری 2027 تک 18 سال کی عمر مکمل کرنے والے تمام اہل نوجوانوں کے فارم نمبر 6 بھروا کر جمع کرائے جا سکیں۔ ڈی ایم نے بتایا کہ ان نوجوانوں کے نام 12 نومبر 2026 کو شائع ہونے والی ووٹر لسٹ میں شامل کر دیے جائیں گے۔ میٹنگ کے دوران ڈی ایم راجیش کمار پانڈے نے کہا کہ ضلع کی ووٹر لسٹ میں 18 سے 19 سال کی عمر کے نوجوانوں اور خواتین ووٹروں کی تعداد کم ہونے کے باعث ضلع کا صنفی تناسب بھی کم ہے۔ انہوں نے سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں سے اپیل کی کہ وہ بوتھ لیول ایجنٹوں کے ذریعے 18 اور 19 سال کے نوجوانوں اور خواتین کو ووٹر لسٹ میں اپنا نام درج کرانے کے لیے ترغیب دیں، تا کہ ضلع کی ووٹر لسٹ میں صنفی تناسب کو بہتر بنایا جا سکے۔ اس موقع پر چیف ڈیولپمنٹ آفیسر سنیل کمار دھنوتا، چیف ریونیو آفیسر سوربھ دوبے، ایڈیشنل مجسٹریٹ اول و اسسٹنٹ ضلع الیکشن افسر نیتو رانی، سب ڈویژنل مجسٹریٹ صدر امن دیول، عام آدمی پارٹی کے فیروز حیدر، بی جے پی کے شرون کمار شکلا، اپنا دل کے ستیندر کمار ورما، سماج وادی پارٹی کے ظفر اللہ خاں، انڈین نیشنل کانگریس کے دھرمیندر چودھری، شیویندر پرتاپ سنگھ اور روی کمار شریواستو سمیت دیگر افراد موجود رہے۔

دہلی میں شاندار تاریخی "مسالمہ فاطمیہ" کا انعقاد آج

ملک کے نامور شعراء اور ادیب پیش کرینگے سلام

نئی دہلی: تہذیب وادب کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے "بزم انوارِ سخن، موانہ، میرٹھ" کے زیرِ اہتمام آج 17 اکتوبر 2026 بروز ہفتہ کو شام 6 بجے انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر، لودھی روڈ، نئی دہلی میں ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز "مسالمہ فاطمیہ" کا انعقاد حسب روایت کیا جارہا ہے۔ یہ تقریب طرحی مسالمہ کی تاریخ کے سب سے اہم، باوقار اور بڑے معیاری مسالموں میں سے ایک شمار کی جاتی ہے، جو اپنی شاندار ادبی روایت، مہذب ماحول اور بلند معیار کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس باوقار نشست میں نہ صرف تہذیب و شائستگی اور لباس و آداب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، بلکہ یہاں تشریف لانے والے انتہائی سنجیدہ سامعین اور علم و ادب سے وابستہ شخصیات کی جانب سے مسالمہ کی معنوی و تاریخی اہمیت پر شاندار اور فکر انگیز گفتگو بھی ہوتی ہے۔ سید انجم زیدی کے مرحوم والدین کے ایصالِ ثواب اور ان کی یاد میں منعقد ہونے والے اس تاریخی مسالمہ کی صدارت مولانا سید عروج الحسن میثم صاحب کریں گے، جبکہ نظامت کے فرائض پروفیسر ناشر نقوی اور حضرت مولانا عابس کاظم جارولی انجام دیں گے۔ پروگرام کی ایک اور علمی و معنوی جہت علامہ فرخ اعجاز حیدر آبادی کا خصوصی اور کلیدی خطبہ ہوگا۔ آپ مسالمے کی اس اہم نشست میں "سلام کی اہمیت و افادیت" کے موضوع پر تفصیلی اور علمی سیر حاصل گفتگو فرمائیں گے۔ ان کا یہ کلیدی خطبہ سلام کے ادبی، دینی اور تہذیبی پس منظر کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ سامعین کو مسالمہ نگاری کی معنوی روح، اہل بیتؑ سے عقیدت اور اس کی تاریخی اہمیت سے روشنی فراہم کرے گا۔ اس موقع پر قمر احمد (آئی پی ایس)، ڈاکٹر نسیم زیدی (آئی اے ایس) اور سید ناصر علی (آئی آر ایس) بطور مہمانِ خصوصی شرکت کریں گے۔ اس ادبی نشست میں ملک کے ممتاز شعراء کرام دو مخصوص طرحی مصرعوں پر اپنا کلام نذرِ سامعین کریں گے۔ مدعو شعراء میں پروفیسر عراق رضا زیدی، رشید شہیدی، پروفیسر علی الحسن، شفیق عابدی بنگلور، انصر عبقاتی، ہلال نقوی، سلیم شجاع فیروز آبادی، سلیم امروہوی اور ابوتراب حیدر آبادی جیسے اہم نام شامل ہیں۔ پروگرام میں نامور علمائے کرام اور دیگر معزز شخصیات بھی مسندِ زینت ہوں گی جنمیں حضرت مولانا کاظم مہدی عروج جونپور، مولانا عباس ارشاد لکھنوی، مولانا اطہر کاظمی، مولانا فراز واسطی وغیرہ کا نام شامل ہے اس تاریخی مسالمے کی ایک اور اہم اور نمایاں خصوصیت منتظمِ مسالمہ انجم زیدی کی علمی و ادبی خدمات ہیں۔ وہ ہر سال اس مبارک موقع پر مسالمہ فاطمیہ کی مناسبت سے ایک انتہائی خوبصورت، باوقار اور یادگار کتاب مرتب و شائع کرتے ہیں۔

انکیتا بھنڈاری معاملے میں ملک بھر میں آواز اٹھائے گی کانگریس

نئی دہلی، (یو این آئی) کانگریس نے انکیتا بھنڈاری معاملے میں انصاف کا مطالبہ کرنے کے لیے ملک بھر میں آواز اٹھانے اور متاثرہ خاندان کے ساتھ کھڑے رہنے کے اپنے عزم کا اعادہ کیا ہے۔کانگریس کے شعبہ مواصلات کے سربراہ پون کھیڑا نے جمعہ کے روز یہاں ایک پریس کانفرنس میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ کانگریس کے رہنما راہل گاندھی اور پرینکا گاندھی واڈرا انکیتا بھنڈاری کے والدین سے ملنے دھرنے کے مقام پر پہنچے تھے اور پارٹی کو ہدایت دی گئی تھی کہ جب تک ان کے والدین وہاں بیٹھنا چاہتے ہیں، پارٹی کے لوگ ان کے ساتھ رہیں گے۔مسٹر کھیڑا نے کہا کہ کانگریس اتراکھنڈ میں اس معاملے کو طویل عرصے سے اٹھا رہی ہے اور دشینت کمار گوتم کو سکم کا گورنر بنائے جانے کے اعلان کے بعد لوگوں میں غصہ بڑھ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس اس غصے کو آواز دے رہی ہے اور انکیتا کے والدین کے رابطے میں ہے۔خاندان جس طرح سے اپنی آواز اٹھانا چاہتا ہے، پارٹی اسی طرح ان کا ساتھ دے گی۔انہوں نے کہا کہ اس معاملے کو لے کر پورے ملک میں غم وغصہ ہے۔انہوں نے کٹھوعہ اور ہاتھرس کے معاملات کے ساتھ ساتھ بلقیس بانو معاملے کا ذکر کرتے ہوئے بی جے پی پر عصمت دری کے ملزمین کی طرفداری کرنے کا الزام لگایا۔

’نوٹیفکیشن کے ذریعہ یو-ٹرن لینے سے معاملہ ٹھیک نہیں ہوگا‘

الیکشن کمیشن پر کانگریس کا حملہ،کمیشن نے 2 بڑے فیصلے لیے ہیں،اب سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ووٹر لسٹ کی ریڈیبل کاپی شیئر کی جائے گی

نئی دہلی۔(ایجنسی) چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار اور ایس آئی آر پر جاری تنازعہ کے درمیان الیکشن کمیشن نے 2 بڑے فیصلے لیے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے کہا ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ووٹر لسٹ کی ’ریڈیبل‘ (پڑھا جا سکنے والا) کاپی شیئر کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی الیکشن کمیشن نے جمعرات کو 17 ریاستوں میں ووٹر لسٹ کی سالانہ ’خصوصی مختصر نظر ثانی‘ (ایس ایس آر) کا بھی حکم دیا ہے۔کانگریس اس فیصلے کا سہرا راہل گاندھی کے سر باندھ رہی ہے۔دراصل راہل گاندھی ایس آئی آر کے تازہ تنازعہ سے پہلے ہی الیکشن کمیشن سے ریڈیبل یعنی قابل مطالعہ ووٹر لسٹ فراہم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔اب الیکشن کمیشن کے فیصلہ پر کانگریس کے تنظیمی جنرل سکریٹری کے سی وینوگوپال نے کہا ہے کہ ”گیانو بھائی، یہ کافی نہیں ہے۔آپ کو استعفیٰ دے دینا چاہیے اور سرکاری گواہ بن جانا چاہیے۔ مودی-شاہ کے اشارے پر آپ نے جو نقصان پہنچایا ہے، وہ اب نوٹیفکیشن کے ذریعہ ’یو-ٹرن‘ لینے سے ٹھیک نہیں ہوگا۔“ کے سی وینوگوپال نے سوشل

میڈیا پلیٹ فارم ’ایکس‘ پر جاری پوسٹ میں لکھا ہے کہ ”ہم 2025 سے ہی مشین کے ذریعہ پڑھی جا سکنے والی ووٹر لسٹ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔شفافیت تو محض ایک بنیادی ضرورت ہے، یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آپ کو آپ کے گزشتہ گناہوں سے بری کر دے۔“ انھوں نے مزید کہا کہ ”13 کروڑ ہندوستانیوں کو ان کے حق رائے دہی سے محروم کر دینا غداری کے مترادف ہے۔ آپ کو عہدہ چھوڑ دینا چاہیے اور انتخابی عمل میں وسیع پیمانے پر اصلاحات ہونی چاہئیں۔اس کی شروعات ایس آئی آر کو منسوخ کرنے اور الیکشن کمیشن (ای سی) میں تقرریوں کے طریقۂ کار میں تبدیلی سے ہونی چاہیے۔یہ قدم بہت چھوٹا ہے اور بہت دیر سے اٹھایا گیا ہے۔“

قابل ذکر ہے کہ الیکشن کمیشن کے فیصلہ کے مطابق اب سیاسی پارٹیوں کو ووٹر لسٹ کے مسودے اور حتمی نسخے کی سافٹ کاپی، ووٹروں کی تصاویر کے بغیر، ریڈیبل پی ڈی ایف فارمیٹ میں فراہم کی جائے گی۔ ووٹنگ کے وقت حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی گئی ووٹر لسٹ کی ریڈیبل پی ڈی ایف کاپی، پین ڈرائیو یا کسی دوسرے الیکٹرانک اسٹوریج آلے میں، مطالبے اور مقررہ ادائیگی کی بنیاد پر، ریٹرننگ افسر (آر او) یا ضلع الیکشن افسر (ڈی ای او) کے دفتر کی جانب سے انتخاب لڑنے والے امیدواروں کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ راہل گاندھی نے اسی ریڈیبل ووٹر لسٹ کا مطالبہ کیا تھا۔

الیکشن کمیشن نے دوسرے اہم فیصلہ میں ملک کی 17 ریاستوں میں ایس آئی آر کے بعد اب ایس ایس آر کرانے کا اعلان کیا ہے۔ ایس ایس آر یعنی ’اسپیشل سمری ریویژن‘ ایک ایسا عمل ہے جو الیکشن کمیشن کی جانب سے ہر سال انجام دیا جاتا ہے۔ ہر سال یکم جنوری کو ووٹر لسٹ کو اپڈیٹ کیا جاتا ہے اور اس سے پہلے سال کے آخری مہینوں میں ووٹر لسٹ کو درست کرنے کا کام کیا جاتا ہے۔ اس عمل کے تحت نئے ووٹرز کے نام شامل کیے جاتے ہیں اور ان لوگوں کی معلومات اپڈیٹ کی جاتی ہیں جو اپنی تفصیلات میں تبدیلی کرانا چاہتے ہیں یا جن کے نام فہرست سے ہٹانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے یکم جنوری 2027 کو اہلیت کی تاریخ (کوالیفائنگ ڈیٹ) مقرر کیا گیا ہے۔ ویسے تو سال بھر میں 4 مرتبہ، یعنی ہر 3 ماہ میں ووٹر لسٹ کو اپڈیٹ کرنے کا کام ہوتا ہے، لیکن ایس ایس آر کے ذریعہ یہ کام وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے تاکہ جنوری کی ووٹر لسٹ تازہ ترین معلومات کے مطابق ہو۔ بہرحال، تازہ فیصلہ کے بعد الیکشن کمیشن کے مطابق جن ریاستوں میں ایس ایس آر ہوگا، ان میں اتر پردیش، اتراکھنڈ، گوا، پنجاب اور منی پور شامل ہیں۔ ان ریاستوں میں اگلے سال کے اوائل میں انتخابات ہونے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے انڈمان و نکوبار جزائر، آسام، بہار، چھتیس گڑھ، گوا، گجرات، کیرلم، لکشدیپ، مدھیہ پردیش، منی پور، پڈوچیری، پنجاب، راجستھان، تمل ناڈو، اتر پردیش، اتراکھنڈ اور مغربی بنگال میں ایس ایس آر کرانے کے لیے متعلقہ ریاستوں کو خط لکھا ہے۔ کمیشن نے بتایا کہ جن ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں ’خصوصی گہری نظر ثانی‘ (ایس آئی آر) جاری ہے یا حال ہی میں مکمل ہوئی ہے، وہاں ایس ایس آر کا پروگرام بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

پروبندر جھوٹا کے قتل پر پنجاب حکومت سے جواب مانگے گی وزارتِ داخلہ: امت شاہ

نئی دہلی، (یو این آئی) مرکزی وزیرِ داخلہ امت شاہ نے پنجاب میں منشیات کے خلاف آواز اٹھانے والے پروبندر سنگھ جھوٹا کے قتل پر ریاست کی برسرِ اقتدار عام آدمی پارٹی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ وزارتِ داخلہ اس واقعے پر ریاستی حکومت سے جواب طلب کرے گی۔ مسٹر شاہ نے جمعہ کے روز سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر ایک پوسٹ میں پنجاب میں منشیات کے نیٹ ورک پر فیصلہ کن ضرب لگانے اور مجرموں کو ملنے والی کسی بھی سیاسی سرپرستی کی غیر جانبدارانہ جانچ کرانے کا بھی مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا، ”پنجاب آج منشیات، گینگسٹرزم اور منظم جرائم کے بڑھتے ہوئے خطرے سے جوجھ رہا ہے۔ بھگونت مان حکومت کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آخر پنجاب کے عوام کی سلامتی کی ذمہ داری کون نبھائے گا؟ پنجاب کے ڈڑبا میں اپنے بیٹے کے منشیات سے جڑے معاملے میں آواز اٹھانے کے بعد سیاست دانوں کے دباؤ میں ایک باپ کے زہر کھا لینے اور پروبندر جھوٹا کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا،” ڈڑبا میں ایک باپ کا دباؤ میں زہر کھا لینا اور مانسا میں منشیات کے خلاف آواز اٹھانے والے پروبندر سنگھ جھوٹا کا دن دہاڑے قتل پنجاب کی امن و امان کی صورتحال پر سنگین سوالات کھڑے کرتا ہے۔ پروبندر کے والد نے عام آدمی پارٹی حکومت اور ان کے ایم ایل اے پر سنگین الزامات عائد کیے ہیں۔ وزارتِ داخلہ بھی ان دونوں واقعات پر پنجاب حکومت سے جواب مانگے گی۔ مسٹر شاہ نے کہا کہ پنجاب میں منشیات کا کاروبار پھل پھول رہا ہے، منظم جرائم کا خطرہ بڑھ رہا ہے اور منشیات کے خلاف آواز اٹھانے والوں کے تحفظ پر سوالات کھڑے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، بھگونت مان جی! پنجاب کے عوام کو تشہیر نہیں، جواب چاہئے؛ اعلانات نہیں، نتائج چاہئیں؛ منشیات کے نیٹ ورک پر فیصلہ کن ضرب اور مجرموں کو ملنے والی کسی بھی سیاسی سرپرستی کی غیر جانبدارانہ جانچ چاہئے۔

پریس کونسل نے احتجاج کی کوریج کے لیے ہدایات جاری کیں

پولیس کی حساس سرگرمیوں کی براہ راست نشریات سے بچیں

نئی دہلی، (یو این آئی) حالیہ احتجاجی مظاہروں کے دوران ایک دوسرے کے رویے پر صحافیوں اور پولیس کے درمیان الزامات اور جوابی الزامات کے پیش نظر پریس کونسل آف انڈیا (پی سی آئی) نے احتجاج اور دھرنوں کی رپورٹنگ کے سلسلے میں صحافیوں کے لیے رہنما خطوط جاری کیے ہیں۔کونسل نے کہا ہے کہ صحافی، مظاہروں کے دوران پولیس کی ایسی تعیناتی، حساس سرگرمیوں اور محفوظ نکلنے کے راستوں کی معلومات کا براہ راست نشریات یا اشاعت نہ کریں، جس سے سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ صحافیوں کو غیر جانبدار رہنے، پولیس کے قانونی احکامات کی تعمیل کرنے اور اپنی حفاظت کا خیال رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔کونسل کی بدھ کے روز ہونے والی میٹنگ میں ان رہنما خطوط کو منظور کیا گیا۔ان کا مقصد احتجاجی مظاہروں کی محفوظ، درست اور ذمہ دارانہ رپورٹنگ کو یقینی بنانا ہے۔

رہنما خطوط کے مطابق، صحافیوں کو اپنے میڈیا ادارے کا ویلڈ شناختی کارڈ یا پریس انفارمیشن بیورو (پی آئی بی) یا انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈائریکٹوریٹ کا شناختی کارڈ رکھنا چاہیے۔ رپورٹنگ کے دوران شناختی کارڈ واضح طور پر دکھائی دینا چاہئے۔ صحافیوں کو احتجاج میں شامل ہونے، کسی فریق کی حمایت کرنے، اکسانے یا مظاہرین اور پولیس کے کام میں رکاوٹ ڈالنے سے گریز کرنا چاہئے۔کونسل نے صحافیوں کو پولیس اور مظاہرین کے درمیان کشیدگی بڑھنے پر محفوظ فاصلہ بنائے رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ بھیڑ میں احتیاط سے چلنے، اردگرد کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نکلنے کے راستوں کی پہلے سے شناخت کرنے کو کہا گیا ہے۔ آنسو گیس یا دھوئیں کی صورت میں محفوظ راستوں سے متاثرہ علاقے سے باہر نکلنے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے۔ صحافیوں کو فرسٹ ایڈ کا سامان، ضروری دوائیں، پینے کا پانی، ہلکا کھانا، ٹارچ اور آنکھوں کی حفاظت کے لیے چشمہ ساتھ رکھنے کو کہا گیا ہے۔ خطرے کے تخمینے کے مطابق سر اور جسم کی حفاظت کے وسائل بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ البتہ حفاظتی آلات کے بھروسے غیر ضروری خطرہ مول لینے سے بچنے کی وارننگ دی گئی ہے۔ آنسو گیس کے گولے، تیز روشنی والے آلات یا دھوئیں کے بم کو چھونے، اٹھانے یا ہٹانے کی کوشش نہ کرنے کو بھی کہا گیا ہے۔کونسل نے میڈیا اداروں کو رپورٹنگ کے دوران صحافیوں سے مسلسل رابطہ بنائے رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ آزادانہ طور پر کام کرنے والے صحافیوں کو بھی اپنے کسی قابل اعتماد ایڈیٹر یا فرد کو اپنی جگہ، کام کے منصوبے اور واپس لوٹنے کے ممکنہ وقت کی جانکاری دینی چاہئے۔ پہلے سے طے شدہ احتجاج کے لیے میڈیا اداروں کو متعلقہ پولیس حکام کے ساتھ تال میل بٹھانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ رپورٹنگ کے معیار پر زور دیتے ہوئے کونسل نے کہا ہے کہ صحافی حقائق، الزامات، خیالات اور غیر مصدقہ دعووں کے درمیان واضح فرق رکھیں۔ جہاں ممکن ہو، معلومات کی کئی ذرائع سے تصدیق کریں۔ مظاہرین، منتظمین، پولیس اور سرکاری حکام کے بیانات کی یکساں جانچ کی جانی چاہئے۔

ہوائی کرایوں اور اضافی فیس پر لگے گی لگام؟

دو ہفتے میں نئے ضوابط جاری کرے گی مرکزی حکومت

نئی دہلی: مرکزی حکومت نے جمعہ کو سپریم کورٹ کو بتایا کہ ایئر لائنز کے ذریعے وصول کیے جانے والے ہوائی کرایوں اور اضافی فیس کو منضبط کرنے کے لیے ضوابط تیار کر لیے گئے ہیں اور انہیں انتظامی منظوری بھی مل چکی ہے۔ حکومت نے عدالت کو یقین دہانی کرائی کہ یہ ضوابط آئندہ دو ہفتوں کے اندر جاری کر دیے جائیں گے۔ اس معاملے کی اگلی سماعت 16 نومبر کو ہوگی۔ جسٹس وکرم ناتھ، جسٹس آر مہادیون اور جسٹس اپریش کمار سنگھ پر مشتمل بنچ نے مرکزی حکومت کی جانب سے پیش ہوئے سالیسٹر جنرل تشار مہتا کے دلائل سننے کے بعد ہدایت دی کہ اگلی سماعت کے دوران جاری کردہ ضوابط عدالت کے سامنے پیش کیے جائیں۔ یہ معاملہ سماجی کارکن ایس لکشمی نارائن کی جانب سے دائر کردہ مفاد عامہ کی عرضی (پی آئی ایل) سے متعلق ہے۔ عرضی میں شہری ہوابازی کے شعبے میں غیر شفاف، استحصالی اور الگورتھم پر مبنی قیمتوں کے تعین کے طریقہ کار کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مسافروں کے لیے مفت چیک اِن سامان کی مقررہ حد میں کمی کا معاملہ بھی اٹھایا گیا ہے۔ سپریم کورٹ ہوائی کرایوں میں غیر متوقع اتار چڑھاؤ، خاص طور پر تہواروں، تعطیلات اور سفر کے مصروف اوقات میں ٹکٹوں کی قیمتوں میں ہونے والے بھاری اضافے اور ایئر لائنز کی جانب سے وصول کیے جانے والے اضافی چارجز سے متعلق خدشات پر غور کر رہی ہے۔ اس سے قبل ایک سماعت کے دوران جسٹس وکرم ناتھ کی سربراہی والی بنچ نے زبانی طور پر تبصرہ کیا تھا کہ نجی ایئر لائنز کے ذریعے وصول کیے جانے والے ہوائی کرایوں میں کچھ معقولیت ہونی چاہیے۔ عدالت نے مرکزی حکومت سے ہوائی مسافروں کو راحت فراہم کرنے کی کوشش کرنے کو بھی کہا تھا۔ عدالت نے مثال دیتے ہوئے کہا تھا کہ ایک ہی دن، ایک ہی مقام کے لیے جانے والی پروازوں میں ایک ایئر لائن اکانومی کلاس کا کرایہ 8000 روپے وصول کرتی ہے، جب کہ دوسری ایئر لائن اسی سفر کے لیے 18000 روپے لیتی ہے۔

ایم اے بیبی نے دہلی پولیس پر مظاہرین کے استحصال کے لگائے الزام

نئی دہلی، (یو این آئی) مارکسی کمیونسٹ پارٹی (سی پی ایم) کے جنرل سکریٹری ایم اے بیبی نے دہلی پولیس اور مرکزی مسلح پولیس فورسز پر طالب علم اور نوجوان مظاہرین کو جسمانی اور ذہنی اذیت دینے کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ کی قیادت والی وزارت داخلہ کے تحت پولیس اہلکار بے خوف ہو کر یہ کارروائی کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان واقعات کی گہرائی سے جانچ کرنے اور قصورواروں کو سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ یہ جوابدہی نچلی سطح سے لے کر اعلیٰ سطح تک طے کی جانی چاہئے۔ ایکس پر مسٹر بیبی نے کہا کہ پولیس ان نوجوان مظاہرین کا جسمانی اور ذہنی استحصال کر رہی ہے، جو جمہوریت کے دفاع کے لیے اپنی جان جوکھم میں ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے 12 اکتوبر کو سی پی ایم کی جانب سے منعقدہ ایک پریس کانفرنس کا حوالہ دیا، جس میں دارالحکومت میں مظاہروں کے دوران پولیس بربریت کا شکار ہونے والوں نے اپنی آپ بیتی سنائی تھی۔ مسٹر بیبی نے پریس کانفرنس میں موجود مسٹر فیڈل رائس کے معاملے کی طرف خاص توجہ

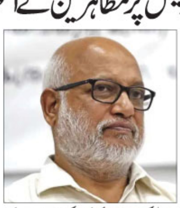

مبذول کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹروں نے ان کے کان کی سرجری کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ انہوں نے اس معاملے کو مظاہرین پر ہونے والی پولیس کارروائی کے سنگین نتائج کی ایک مثال کے طور پر اجاگر کیا۔

سی پی ایم کے جنرل سکریٹری نے یہ بھی الزام لگایا کہ پولیس اہلکار تشدد کے واقعات کو ریکارڈ کرنے والے لوگوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، جن میں موقع پر موجود عام شہری بھی شامل ہیں۔ انہوں نے پولیس کارروائی کی ویڈیو ریکارڈ کرنے کے الزام میں سیکریڈ ہارٹ کیتھیڈرل چرچ کے پادری فادر بیجو زیویئر کو حراست میں لیے جانے کا ذکر کیا اور سکیورٹی فورسز کے رویے کی دستاویز بندی کرنے والے افراد کے ساتھ ہو رہے سلوک پر تشویش کا اظہار کیا۔ مسٹر بیبی نے یہ بھی الزام لگایا کہ میڈیا سے بات کر رہے پارٹی کے راجیہ سبھا ممبر پارلیمنٹ جان برٹاس کو گھسیٹ کر پولیس بس میں ڈالا گیا اور گاڑی کے اندر ان کے ساتھ مار پیٹ کی گئی۔ اس الزام نے دہلی میں مظاہروں کے دوران سیاسی نمائندوں، مظاہرین اور کوریج کرنے والوں کے ساتھ پولیس کے رویے پر اپوزیشن کی تشویش کو مزید بڑھا دیا ہے۔ ان واقعات کو محض انفرادی پولیس اہلکاروں کی چھوٹی موٹی کارروائی ماننے سے انکار کرتے ہوئے مسٹر بیبی نے کہا کہ مجموعی حالات کو دیکھتے ہوئے کمانڈ کے ڈھانچے اور ہر سطح کے افسران کی جوابدہی کی جانچ ہونی چاہئے۔ انہوں نے کہا، ایک پوری حکم کی زنجیر کام کر رہی ہے، جس کی وجہ سے پولیس اہلکار بے خوف ہو کر یہ من مانی کر رہے ہیں۔“ انہوں نے زور دے کر کہا کہ قانون کی حکمرانی کے تحت معاملے کی غیر جانبدارانہ جانچ ہونی چاہئے۔ قومی دارالحکومت میں قانون کی حکمرانی کے نفاذ پر سوال اٹھاتے ہوئے انہوں نے پوچھا، لیکن کیا آج دہلی میں قانون کی حکمرانی نافذ ہے؟ ان کا یہ بیان دہلی میں مظاہروں سے نمٹنے کے طریقے پر جاری سیاسی تنازع کے درمیان آیا ہے۔

’واہ، اب ممبئی پولیس؟‘ بالی ووڈ اداکار عمران خان کو ملک چھوڑنے کا نوٹس ملنے پر کرن راؤ نے کیا طنز

ممبئی (ایجنسی) بالی ووڈ اداکار اور عامر خان کے بھانجے عمران خان 10 اکتوبر کو ممبئی کے ’اگست کرانتی میدان‘ میں ہونے والے جین-زی کے احتجاج میں شامل ہوئے تھے۔ اس معاملہ میں گزشتہ روز اداکار پر امیگریشن قوانین کی خلاف ورزی کا الزام عائد کرتے ہوئے ممبئی پولیس نے انہیں ملک چھوڑنے کا نوٹس بھیجا تھا۔ عامر خان کی سابق اہلیہ کرن راؤ نے اس تعلق سے اپنا سخت ردعمل ظاہر کیا ہے۔ کرن راؤ نے اپنی انسٹاگرام اسٹوری پر ایک پوسٹ شیئر کی ہے۔ اس پوسٹ میں بتایا گیا ہے کہ بالی ووڈ اداکار کو اکتوبر کے آخر تک

ملک چھوڑنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ان پر الزام ہے کہ الیکشن کمیشن کے سربراہ کے خلاف ایک احتجاج میں شامل ہو کر انہوں نے امیگریشن قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس پوسٹ کو شیئر کرتے ہوئے کرن نے طنزیہ انداز میں لکھا ہے ”واہ، اب ممبئی پولیس بھی؟“ اس معاملے پر مزید ایک پوسٹ شیئر کرتے ہوئے کرن نے عمران کا دفاع کیا اور کہا کہ ”43 سال کی عمر، ان میں سے 40 سال ہندوستان میں گزارے۔ یہیں تعلیم حاصل کی، یہیں کام کیا۔ یہیں کامیابی حاصل کی۔ یہیں ناکامی دیکھی۔ یہیں محبت کی۔ یہیں جدوجہد کی۔“

اس نوٹس سے اختلاف ظاہر کرنے والی کرن راؤ تنہا نہیں ہیں۔ رتک روشن کی ساتھی صبا آزاد نے بھی اس واقعہ پر سخت اپنا ردعمل ظاہر کیا ہے۔ نوٹس کے بارے میں ایک پوسٹ شیئر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا، ”کیا؟ یہ سراسر بکواس ہے۔“ بہرحال، عمران خان اس نوٹس کے خلاف بامبے ہائی کورٹ جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ انہیں ایک نوٹس ملا ہے، جس میں 28 اکتوبر تک ملک چھوڑنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے چیف الیکشن کمشنر (سی ای سی) کے خلاف جاری احتجاج کی حمایت میں حصہ لے کر ’امیگریشن اینڈ فارینرز ایکٹ‘ کے ضوابط کی خلاف ورزی کی ہے۔ امریکی شہری عمران خان، ایم جے جے ایم لیگل کے اپنے وکیل ذوالفقار میمن کے ذریعے جمعہ یا پیر تک ہائی کورٹ میں عرضی دائر کر سکتے ہیں۔

دہلی فسادات: آٹو ڈرائیور کے قتل کیس میں 7 ملزمان بری، دفعہ 188 کے تحت قصوروار قرار

نئی دہلی: شمال مشرقی دہلی میں 2020 کے فسادات کے دوران آٹو ڈرائیور ببو کے قتل کے معاملے میں کڑکڑڈوما عدالت نے جمعہ کو سات ملزمان کو ثبوتوں کی کمی کی بنیاد پر قتل کے الزامات سے بری کر دیا۔ تاہم، عدالت نے انہیں امتناعی احکامات کی خلاف ورزی کے معاملے میں قصوروار قرار دیا ہے۔ ایڈیشنل سیشن جج پروین سنگھ کی عدالت نے قتل کے الزامات سے بری کیے گئے ملزمان میں کلدیپ سنگھ، ہرجیت سنگھ عرف پپی، راہل عرف اجے، سچن رستوگی، بھرت بھوشن عرف لکی، سندیپ عرف سنجیو اور دھرمیندر شامل ہیں۔

عدالت نے کہا کہ دہلی پولیس یہ ثابت کرنے میں ناکام رہی کہ ان ساتوں ملزمان نے کھجوری چوک پر فسادات کے دوران ببو پر جان لیوا حملے میں حصہ لیا تھا۔ اس حملے میں زخمی ہونے والے ببو کی 27 فروری 2020 کو موت ہو گئی تھی۔ طویل قانونی کارروائی اور سماعت کے بعد عدالت نے ملزمان کو قتل کے الزامات سے بری کر دیا، لیکن امتناعی احکامات کی خلاف ورزی کے معاملے میں تعزیراتِ ہند (آئی پی سی) کی دفعہ 188 کے تحت انہیں قصوروار قرار دیا۔ اس دفعہ کا تعلق سرکاری ملازم کی جانب سے جاری کردہ قانونی حکم کی خلاف

ورزی سے ہے۔ متوفی ببو کے بھائی کی شکایت پر درج ایف آئی آر کے مطابق، آٹو ڈرائیور ببو کہیں جا رہا تھا کہ کھجوری گول چکر کے قریب اس کی گاڑی رک گئی۔ اسی دوران اس پر حملہ کیا گیا۔ ایف آئی آر میں کہا گیا ہے کہ 2020 کے فسادات کے دوران ببو کو چوٹیں آئیں، جس کے بعد اسے اسپتال لے جایا گیا۔ بعد میں اس کی حالت کے پیش نظر اسے گرو تیغ بہادر (جی ٹی بی) اسپتال منتقل کیا گیا، جہاں 27 فروری 2020 کو اس کی موت ہو گئی۔ اس معاملے میں ملزمان کے خلاف تعزیراتِ ہند کے تحت فساد برپا کرنے، غیر قانونی اجتماع اور قتل سمیت مختلف الزامات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ عدالت نے شواہد کا جائزہ لینے اور طویل سماعت کے بعد قتل کے الزامات ثابت نہ ہونے پر ساتوں ملزمان کو ان الزامات سے بری کر دیا، تاہم دفعہ 188 کے تحت انہیں قصوروار ٹھہرایا۔

’ہم فخر سے کہتے ہیں، اقتدار میں تبدیلی لاکر رہیں گے‘

راجناتھ سنگھ کے بیان پر کانگریس کا جوابی حملہ

نئی دہلی۔ کانگریس کے راجیہ سبھا رکن اور سابق میڈیا انچارج پون کھیڑا نے وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ کے ’اقتدار کی تبدیلی‘ سے متعلق بیان کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ ”ہم حکومت کی تبدیلی کر کے رہیں گے۔ یہ بات ہم فخر سے کہتے ہیں۔ ہم تبدیلی لا کر رہیں گے۔“ انھوں نے مزید کہا کہ اپوزیشن کا ارادہ ہمیشہ انتخابات کے ذریعہ حکومت تبدیل کرنے کا ہوتا ہے۔ دراصل مرکزی وزیر دفاع راجناتھ سنگھ نے الزام عائد کیا تھا کہ اپوزیشن کے احتجاج کا مقصد بنگلہ دیش کی طرح ہندوستان میں بھی اقتدار کی تبدیلی کرنا ہے۔ اس بیان پر کانگریس نے اپنا سخت ردعمل ظاہر کیا۔ جمعہ کو دہلی واقع کانگریس ہیڈکوارٹر میں منعقدہ پریس کانفرنس میں پون کھیڑا نے کہا کہ ”اب اچانک راج ناتھ سنگھ حکومت کو بچانے کے لیے آگئے ہیں۔ انہیں جمہوریت کی عادت ہی ختم ہو گئی ہے۔ جب پوری اپوزیشن خود کہہ رہی ہے کہ اس حکومت کو ہٹانا ہے تو اس میں سازش کہاں سے آ گئی؟ جمہوریت میں انتخابات کے ذریعہ حکومت تبدیل کرنا اپوزیشن کا حق

ہے۔“ پون کھیڑا نے میڈیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ”ہم ’ووٹ چور گدی چھوڑ‘ مہم چلا رہے ہیں۔ پورا ملک کھلے عام یہ بات کہہ رہا ہے۔ ہم خود بھی اپنی بات دہرا رہے ہیں کہ ہمیں اس حکومت کو شکست دینی ہے اور اس نظام کو بدلنا ہے۔ پھر راج ناتھ سنگھ آگے کیوں آئے؟“ وہ مزید کہتے ہیں کہ ”ہم فخر سے کہہ رہے ہیں کہ ہم حکومت بدلیں گے۔ یہ سلسلہ آگے بھی جاری رکھیں گے اور تبدیلی لا کر رہیں گے۔ اپوزیشن کا ارادہ ہمیشہ انتخابات کے ذریعہ حکومت تبدیل کرنے کا ہوتا ہے۔“ پون کھیڑا نے بی جے پی لیڈران پر الزام عائد کیا کہ اب انہیں جمہوریت کی عادت نہیں رہی۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ کی یاد دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 1977 میں بھی ملک میں ’اقتدار کی تبدیلی‘ ہوئی تھی، جو پوری طرح جمہوری طریقے سے ہوئی تھی۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی 2013 میں ’رجیم چینج‘ کی بات کہی تھی اور بی جے پی ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ جب یہ لوگ 13-2012 میں تحریک چلا رہے تھے تو بی جے پی کو یہ اچھے لگتے تھے۔ پون کھیڑا نے مودی بریگیڈ کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ ”وہ ماضی کی باتیں کریں گے، ایک ایسے ماضی کی جو خیالی ہے۔ کانگریس نے یہ غلطی کی، کانگریس نے وہ غلطی کی، اس نے یہ غلطی کی۔ اور پھر وہ مستقبل کی باتیں کریں گے، 2047 کی۔“ انہوں نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے وزیر دفاع راجناتھ سنگھ تو 2047 سے بھی آگے نکل گئے اور 2050 تک پہنچ گئے۔ راج ناتھ سنگھ پر طنز کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ارے صاحب، آج ملک کو گڈھے میں ڈال رہے ہیں اور ہمیں آنے والا کل دکھا رہے ہیں۔

ہندوستان-امریکہ تجارتی معاہدہ جلد مکمل ہونے کی امید: نرملا سیتارمن

نئی دہلی، (یو این آئی) مرکزی وزیر خزانہ نرملا سیتارمن نے جمعہ کو امید ظاہر کی کہ ہندوستان اور امریکہ کے درمیان تجارتی معاہدہ جلد مکمل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ معاہدے کا جلد حتمی شکل اختیار کرنا دونوں ممالک کے اقتصادی تعلقات اور عالمی تجارت کے مفاد میں ہوگا۔ تھائی لینڈ کے بنکاک میں آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے سالانہ اجلاسوں کے موقع پر صحافیوں سے بات کرتے ہوئے محترمہ سیتارمن نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور انہیں امید ہے کہ معاہدہ جلد از جلد طے پا جائے گا۔ انہوں نے کہا، عالمی تجارت اور ہندوستان و امریکہ کے درمیان تجارت کے مفاد میں میری امید ہے کہ تجارتی معاہدہ جلد از جلد مکمل ہوگا۔ اس سے قبل وزیر تجارت وصنعت پیوش گوئل نے کہا تھا کہ مجوزہ ہندوستان-امریکہ تجارتی معاہدے کے پہلے مرحلے کو حتمی شکل دے دی گئی ہے اور اس کی قانونی دستاویزات تیار کرنے کا عمل جاری ہے۔ چین کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے کہا کہ ہندوستانی برآمد کنندگان کو چینی بازار تک رسائی حاصل کرنے میں مسلسل

مشکلات کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان کئی برسوں سے جاری رابطوں کے باوجود بڑھتا ہوا تجارتی عدم توازن اور ہندوستانی مصنوعات پر پابندیاں اہم تشویش کا باعث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان چین میں جنیرک ادویات، مویشیوں کا گوشت، سبزیوں اور دیگر جلد خراب ہونے والی اشیا سمیت متعدد مصنوعات کے لیے زیادہ مارکیٹ رسائی کا مطالبہ کرتا رہا ہے، تاہم اس معاملے میں پیش رفت محدود رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر محصولاتی رکاوٹیں ہندوستان اور چین کے درمیان تجارت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، جن میں نباتاتی صحت سے متعلق اقدامات اور دیگر پابندیاں شامل ہیں۔ محترمہ سیتارمن نے کہا کہ ہندوستان اپنے تجارتی شراکت داروں کے ساتھ تجارتی عدم توازن دور کرنے کے لیے سزا دینے والے محصولات کے بجائے مذاکرات کو ترجیح دیتا ہے، چاہے سفارتی اور تجارتی بات چیت میں کافی وقت کیوں نہ لگے۔ برکس کے بارے میں وزیر خزانہ نے کہا کہ اس گروپ کو کسی ملک یا اتحاد کے خلاف محاذ کے طور پر نہیں بلکہ اقتصادی تعاون کو مضبوط بنانے اور عوام کی فلاح و بہبود بہتر بنانے کے پلیٹ فارم کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ برکس کا مقصد کسی دوسرے فریق کا مقابلہ کرنا نہیں بلکہ اس کے ارکان کے درمیان شراکت داری کو مضبوط کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ برکس دنیا کی تقریباً 40 فیصد آبادی کی نمائندگی کرتا ہے اور رکن ممالک کے درمیان تجارت بڑھانے، باہمی سمجھ بوجھ کو فروغ دینے اور نئے اقتصادی مواقع پیدا کرنے کی وسیع صلاحیت رکھتا ہے۔ توسیع کے بعد اس گروپ میں 11 سے 12 ممالک فعال طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں، جو عالمی تجارت کا تقریباً 45 فیصد ہیں۔ ہندوستان کی اقتصادی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ سیتارمن نے کہا کہ عالمی غیر یقینی صورتحال اور رکاوٹوں کے باوجود ملک نے مضبوط اقتصادی ترقی برقرار رکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کووڈ-19 وبا کے بعد کے عرصے سمیت گزشتہ چار سے پانچ برسوں میں ہندوستان بڑی معیشتوں میں سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشت رہا ہے۔ انہوں نے اقتصادی لچک کی وجہ جامع ترقی، وسائل تک بہتر رسائی، نوجوانوں میں ہنرمندی کے فروغ، مالیاتی نظم وضبط اور سرکاری سرمایہ کاری میں اضافے کو قرار دیا۔ وزیر خزانہ نے اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں بنیادی ڈھانچے پر اخراجات کے اہم کردار پر بھی زور دیا۔

اسمگلروں پر کارروائی کے لیے پولیس کو مکمل چھوٹ: مان

فلور، (یو این آئی): پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھگونت سنگھ مان نے جمعہ کے روز کہا کہ ریاست سے منشیات کا خاتمہ کرنا حکومت کی سب سے بڑی ترجیح ہے اور منشیات کے اسمگلروں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کے لیے پنجاب پولیس کو مکمل چھوٹ دی گئی ہے۔ حکومت پولیس کے کام میں کوئی سیاسی مداخلت نہیں کرے گی۔ انہوں نے منشیات کے خلاف مہم کو مزید تیز کرنے کے لیے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کو 117 نئی گاڑیاں فراہم کرنے کی منظوری دینے کا اعلان بھی کیا۔ پنجاب پولیس اکیڈمی، فلور میں یدھ نشے کے وِرودھ مہم کے جائزہ اجلاس کے دوران مسٹر مان نے کہا کہ منشیات کے خلاف لڑائی صرف پولیس کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ اسے ایک عوامی تحریک بنانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ منشیات کا مسئلہ نوجوانوں کے مستقبل اور پورے معاشرے کے لیے ایک سنگین چیلنج ہے۔ حکومت منشیات کی اسمگلنگ کے پورے نیٹ ورک کو توڑنے اور پنجاب کو اس کلنک سے پاک کرنے کے لیے پر عزم ہے۔ مرکزی حکومت پر نشانہ سادھتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے الزام لگایا کہ دہلی، اتر پردیش اور ہریانہ میں بھی منشیات کی فروخت بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے۔